AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

آبِ گم میں کلچر کے عناصر

Dr.Zahoor Ahmad
School Education Department. (Punjab)
zahoorartist@gmail.com

ABSTRACT:

This paper presents an analytical study of the cultural elements found in Aab-e-Gum by Mushtaq Ahmad Yousufi. The objective of the study is to explore how Yousufi, through his distinctive humorous style, preserves the cultural and civilizational heritage of the Indian subcontinent. The research employs an analytical and descriptive approach, supported by dictionaries, reference books, and other scholarly sources. The study reveals that Aab-e-Gum contains a rich portrayal of traditional clothing, medicine, music, religious terminology, flora and fauna, food, customs, and various aspects of everyday life. Yousufi also records numerous words, objects, and traditions that have become rare or are on the verge of disappearing. The study concludes that Aab-e-Gum is not merely a masterpiece of humorous prose but also an important document of the cultural heritage of the subcontinent.

Keywords:
Aab-e-Gum, Mushtaq Ahmad Yousufi, Culture, Civilization, Humour, Cultural Heritage

آبِ گم مشتاق احمد یوسفی کی مزاح سے معمور ایک تخلیق ہے لیکن اس کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس میں تہذیب و ثقافت کے عناصر جا بجا مل جاتے ہیں۔ سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تہذیب اور ثقافت کیا ہیں؟ کیا یہ ایک دوسرے کے مترادف الفاظ ہیں ؟ جمیل جالبی کے مطابق ان دو الفاظ میں ایک لطیف سا فرق موجود ہے۔ انھوں نے تہذیب اور ثقافت دونوں کے امتزاج کو کلچر کا نام دیا ہے۔ ان کے خیال میں: "تہذیب کا تعلق ہمارے ظاہر سے ہے۔ انسان جس طور اپنی معاشرت اور اخلاق کا اظہار کرتا ہے اسے تہذیب کہتے ہیں۔ ثقافت کا زور ان معانی پر ہے جو ذہنی ہیں۔ جیسے علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنا اور ان کی ترقی کے لیے کوشاں رہنا وغیرہ۔ میں نے کلچر کا استعمال ان دونوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ کلچر زندگی کے ان عوامل پر مبنی ہے جو مادی اور ذہنی ہیں۔"(1)

اس سے مراد یہ ہوا کہ کلچر میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جن کا ظاہری اور ذہنی دونوں حالتوں سے تعلق ہے۔ ثقافت علم، عقائد، اخلاقی تصورات، اعتقادات، زبان دانی، محاورات، ضرب الامثال، توہمات، اساطیر، موسیقی کے بنیادی تصورات، طب کے نظریات، چیزوں کو نام دینا وغیرہ پر مشتمل ہے۔ جب کہ تہذیب کو اس کا عملی پہلو کہا جا سکتا ہے۔ جیسے عقائد کے مطابق زندگی گزارنا، موسیقی کے آلات، طبی ادویات، بیماریاں، ان کے علاج، پیشے، پیشوں سے متعلق آلات و اصطلاحات، ٹونے ٹوٹکے، مختلف زبانوں کا استعمال، مختلف مذاہب کی عملی صورت، کسی علاقے کے پودوں، جانوروں اور حشرات کے بارے میں آگاہی، دست کاریاں، ملبوسات، کھانے کھابے، مشروبات، تعمیرات، تجوید، قرات، خطاطی، مصوری، رقص، گائیکی، بولیاں اور ان کے لہجے وغیرہ۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مشتاق احمد یوسفی نے کلچر کے ان عناصر کا ذکر بھی کیا ہے جو فی زمانہ کم ہیں، ناپید ہیں یا نئی نسل ان سے ناواقف ہے۔ اس طرح ان عناصر کا ذکر بھی ہے جو ہمارے ارد گرد تو موجود ہیں مگر ان کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی۔ کچھ ایسے عناصر بھی ہیں جن کا تعلق دورِ حاضر سے ہے۔

الف۔ ملبوسات اور ان کے متعلقات (ہار سنگھار وغیرہ):

مشتاق احمد یوسفی نے آپ گم کے مضمون حویلی میں ایک لفظ کا ذکر کیا ہے (ص 47) پنٹ، فرہنگ آصفیہ میں اس کے لیے لفظ چنٹ لکھا گیا ہے جس کے معنی یوں درج ہیں: "سلوٹ، مشکن جامہ، چین جامہ "(2)

حویلی (ص 59) میں ایک جگہ استعمال ہوا ہے 'انگوچھا'۔ اس کے معانی اردو لغت ایپ میں یہ درج ہیں: بدن وغیرہ سے پانی یا پسینا پونچھنے کا معمولی کپڑا یا رومال۔(3)

عام طور پر دیہات میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مزدور اور کسان اپنے کندھے پر اس کپڑے کو رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد نہ صرف پسینا سکھانا ہوتا ہے بل کہ اسے سر ڈھانپنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کپڑا دیہات کے کلچر کا اہم جزو ہے۔ آج کے کلچر میں یہ چیزیں کم ہی نظر آتی ہیں۔ مصنف نے اس معدوم ہوتے جزو کو اس کتاب میں جگہ دی ہے۔ اس سے ان کے تہذیبی شعور کا اظہار ہوتا ہے۔

سکول ماسٹر کا خواب (ص 81) میں مکھن زین کا تذکرہ ہے: "نہایت عمدہ قسم کا دبیز چکنا کپڑا جس کی عموماً پینٹ بنتی ہے۔"(4)

یہ کپڑا عموماً شلوار (عرف عام میں جینز) کے طور استعمال ہوتا ہے۔(5) اس کے علاوہ اشیا کی پیکنگ کے لیے اس کے تھیلے بنائے جاتے ہیں۔ پردوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ کپڑوں کے کناروں پر اسے لگایا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا استعمال کثیر الجہتی ہے۔ ماضی میں چونکہ پائیدار اور کم خرچ چیزوں کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اس لیے ان کا استعمال عام تھا۔ مشتاق احمد یوسفی نے اس کا ذکر کر کے ماضی کی اس شئے کو زندہ کر دیا ہے۔

ایک لفظ 'رلی' (ص 81) استعمال ہوا ہے۔ اس کا ذکر مشتاق احمد یوسفی نے فٹ نوٹ میں بھی کیا ہے جو سندھ کے کلچر کے حوالے سے ہے۔ پنجاب کے ضلع میانوالی میں بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ رلی عموماً عورتیں مختلف قسم کے کپڑوں کو ملا کر بناتی ہیں۔ یہ چھوٹی بھی ہوتی ہے اور بڑی بھی۔ چھوٹی عام طور پر دولائی کے اوپر رکھی جاتی ہے جس پر عموماً بچے سوتے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے اگر وہ پیشاب یا پاخانہ کریں تو دولائی نمی اور گندگی سے بچ جائے۔ جب کہ بڑی رلی کا استعمال بڑے بھی کرتے ہیں جو عموماً گرمیوں میں چارپائی پر پھیلائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد بان کے چبھنے سے خود کو محفوظ کرنا ہوتا ہے، کیونکہ دولائی کا استعمال گرمی کی شدت میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اس میں روئی کا استعمال ہے۔ شہروں میں اس کا استعمال کم ہو گیا ہے کیوں کہ لوگ اے سی والے کمروں میں رہتے ہیں۔ اس کم ہوتے کلچر کا ذکر مصنف کی اپنے ماضی سے محبت اور متروک الفاظ کو اپنی تحریر میں سمونے کی بہترین کاوش ہے۔ اس طرح یہ کتاب صرف مزاح کی حامل نہیں ہے بل کہ ماضی اور ماضی کے کلچر کا آئینہ بھی ہے۔

سکول ماسٹر کا خواب (ص 82) میں ایک لفظ "نری" استعمال ہوا ہے۔ نسیم اللغات کے مطابق: "بکری یا بکرے کا رنگا ہوا چمڑا۔"(5)

یہ نرم چمڑا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ اپنی نفاست کے لحاظ سے اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس سے جوتے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بٹوے میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ کتابوں کی جلدوں کی مضبوطی کے لیے اور تلواروں کے غلاف کے لیے بھی مستعمل ہے۔ مگر روایت یا کلچر کی بات کی جائے تو یہ جوتے بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آب گم میں جوتوں کے حوالے سے ہی اس کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ لفظ اس دور کی چرم سازی کی صنعت کے اس دور کا اشارہ ہے جس میں اس کا استعمال روزمرہ زندگی میں ہوتا تھا۔ یہ نفاستِ طبع اور ذوقِ جمال کا استعارہ بھی تھا۔ کمرشل سے زیادہ پروفیشنل فکر کو ظاہر کرتا تھا۔ یوسفی نے اس کتاب میں نری کا ذکر کر کے برصغیر کی اس خوب صورت روایت کو محفوظ کر دیا ہے۔

اسکول ماسٹر کا خواب (ص 82) میں زردوزی کا استعمال ہوا ہے۔ "یہ درحقیقت رام پور کی ایک صنعت تھی، اس میں نرم کپڑے پر سونے یا چاندی سے کشیدہ کاری کی جاتی تھی۔"(6)

یہ برِصغیر کے کلچر کا اہم جزو ہے۔ شادی بیاہ اور خوشی کے بڑے موقعوں پر عورتیں زردوزی والے کپڑے استعمال کرتی تھیں۔ شیروانی اور واسکٹ میں بھی اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں کھسوں، گاؤ تکیوں میں استعمال برصغیر کے جمالیاتی ذوق کا خوب صورت اظہار رہا ہے۔ اب بھی ان کا استعمال ہے۔ لیکن اب مہنگائی کی وجہ سے سونے کے تاروں والے کپڑے استعمال نہیں کیے جاتے۔ بل کہ مصنوعی طور ایسے تار بنائے گئے ہیں جو سنہری ہوتے ہیں۔ یہ روایت بالکل اسی طرح رائج ہے جیسے ماضی میں بادشاہان چاولوں میں زعفران ڈال کر زردہ بناتے تھے اور اب صرف پیلا رنگ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کلچر کے ذکر سے ایک بات کا پتا چلتا ہے کہ ماضی میں مصنوعیت نہیں تھی بل کہ فن سے قربت بھی تھی۔ آب گم، ان کم ہوتی کلچر کی اشیا اور فن سے حقیقی وابستگی کو مزاح کے رنگ میں شامل کرنے کا بھرپور اظہار یہ ہے۔

اسی صفحے پر سلیم شاہی جوتے کا تذکرہ بھی ہے۔ "نازک اور خوش نما انی دار جوتیاں جو دلی میں بنائی جاتی تھیں۔ بعض اسے شاہ سلیم سے اور بعض اسے سلیم چشتی سے منسوب کرتے ہیں۔"(7)

انھیں شاہی جوتے بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن آج کل ان کا استعمال باقاعدہ نہیں کیا جاتا۔ یہ عام طور شادی بیاہ کے موقعوں، مایوں کے دنوں میں پہنے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی تقریبات میں یا فیشن شو میں مرد حضرات ان کو پہنتے ہیں۔ یہ رنگ برنگے ہوتے ہیں۔ ان میں تلے کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ آج کل تو جامعات کے طلبہ جینز کے نیچے بھی پہنتے ہیں۔ ماضی میں عمران خان آکسفورڈ یونی ورسٹی میں جامعہ کے مروجہ لباس کے نیچے تلے والی کھیڑی استعمال کرتے تھے۔ یہ کلچر میانوالی سے مخصوص

تھا۔ کلچر اگرچہ مکمل طور ہر زمانے میں رائج نہیں رہتا لیکن یہ مکمل طور پر متروک بھی نہیں ہوتا۔ اس کی مثال سلیم شاہی جوتے ہیں جو مکمل طور پر متروک نہیں ہوئے ہیں۔ یوسفی نے ان متروک الفاظ کو شگفتہ کیفیات سے ملا کر کلچر کو زندہ کیا ہے۔

اسی ضمن میں یوسفی نے رام پوری ٹوپی کا ذکر کیا ہے۔ یہ ململ سے بنی ایک ٹوپی ہوتی ہے۔ اس کی شکل قراقلی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا تعلق رام پور کے کلچر سے ہے۔ اس کا مقصد مردوں کی سجاوٹ یا مذہبی استعمال دونوں کے لیے ہے۔(8)

اس کا استعمال اب کم ہو گیا ہے۔ لیکن بھارت کے سیاسی حلقوں میں اس کا استعمال متروک نہیں ہوا۔ پاکستان میں بھی شعرائے کرام اسے مشاعروں کے موقع پر پہنتے ہیں۔ کبھی کبھار دولھے کے لباس کے ساتھ بھی پہنی جاتی ہے۔ رام پور ریاست کے شاہان نفاست پسند تھے۔ اس کی ایجاد رام پور کے مقامی کاریگروں نے کی۔ رام پوری ٹوپی کو ایک وقت تھا مردانہ لباس کا اہم حصہ گردانا جاتا تھا۔ لیکن اب سر ڈھانپنے کو اہم نہیں سمجھا جاتا۔ پرانے زمانے میں لوگ پگڑی یا ٹوپی ضرور پہنتے تھے۔ اب کلچر کافی بدل گیا ہے۔ ان کا استعمال نایاب ہے۔ یہ الفاظ آبِ گم کے ذریعے دورِ جدید کے طلبہ کو مشعلِ راہ دے سکتے ہیں جو گم گشتہ کلچر کی تلاش میں ہیں۔

چنور شاہی کا ذکر سکول ماسٹر کا خواب (ص87) میں آیا ہے۔ چنور ایک طرح کا برش نما آلہ ہے، جسے گرمیوں میں گرمی سے بچنے کے لیے جھلایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک ویب سائٹ کے مطابق: "چنور یا مگس راں مکھیوں کو اڑانے یا مارنے کے کام آتا ہے۔ بعض گرم خطوں میں اسے دستی پنکھے کے طور پر اور دفاتر میں بطور سجاوٹ بھی رکھا جاتا ہے۔"(9) مور کے پروں سے بھی بنایا جاتا ہے۔ لیکن آج کل اس کا استعمال نایاب ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی ایک مزاح نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ثقافتی مؤرخ بھی ہیں۔

تاشقندی عمامہ کے بارے میں (ص220) بتایا گیا ہے۔ اس کا تعلق ازبکستان اور افغانستان کے کلچر سے ہے۔ اس کے لیے ایک مستطیل کپڑا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی 3 سے 5 گز ہوتی ہے۔ یہ ریشمی یا سوتی کپڑا ہو سکتا ہے۔ کپڑے کو چہرے کے سامنے لا کر دائیں سے بائیں سر پر اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ پہلا کونہ دوسرے کونے کے نیچے رکھتے ہیں تاکہ پھسلنے نہ پائے۔ ایک تہ دوسری تہ کے نیچے آتی چلی جاتی ہے۔ سر کا درمیانی حصہ کھلا رہ جائے تو گردن کے پیچھے رکھے گئے سرے کو اوپر کھینچ کر سر کو ڈھانپ بھی سکتے ہیں۔(10) اگر کسی نے اپنے ثقافتی حافظے کی بازیافت کرنی ہے تو آبِ گم اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

راجپوتی کھڑکی دار پگڑی کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق یہ راجستھان کی ثقافت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں کپڑے کو اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ سامنے والا حصہ خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسے ہی کھڑکی کہا جاتا ہے۔ اس کے بل بھی اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ چوکور خانے بنتے جاتے ہیں۔ اس کے لیے استعمال کیا جانے والا کپڑا روایتی طور پر 18 تا 30 میٹر ہوتا ہے۔ یہ پگڑی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بوڑھے یا بزرگ پہنتے ہیں۔ جدید لوگ 6 سے 10 میٹر کے کپڑے کا صافہ استعمال کرتے ہیں۔(11) آبِ گم میں کلچر اور زبان کے تعلق کا اظہار خوب ہوا ہے۔ زبان جس کلچر میں فروغ پاتی ہے وہاں کی اشیا کو نام دیتی ہے۔ اس لحاظ سے اردو خاصی امیر ہے۔ جسے جابجا کتاب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

فرغل کا ذکر بھی آیا ہے جو سکول ماسٹر کا خواب (ص221) میں ہے۔ یہ لمبا لباس ہے جو گردن سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے۔ اسے موسم کی شدت سے بچنے یا کوٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عبدالمجید نظامی کے مطابق: "روئی بھرا ہوا جبہ، ایک قسم کا جاڑے کا کپڑا۔"(12)

اس کلچر کے عنصر کو فیشن کی سرپرستی کرنے والے برانڈز نے زندہ کیا ہے۔ فرغل اس طرح کلچر کا اہم جزو نہیں رہا جیسا کہ ماضی میں ہوتا تھا۔ آج کل خاص مواقع پر فرغل کا رواج ہے۔ مثال کے طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر یا مشاعروں میں فرغل پہنا جاتا ہے۔ عورتوں میں بھی مخصوص مواقع پر رائج ہے۔ صوفیانہ محافل میں بھی فرغل مستعمل ہے۔ یوسفی کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کلچر آج کے جزوقتی تصور کے مقابلے میں ایک کل وقتی کلچر تھا۔

انگرکھا (221) کے بارے میں سکول ماسٹر کا خواب میں بتایا گیا ہے۔ اس کے معانی لغات نظامی کے مطابق: "اچکن، قبا، شیروانی" ہیں۔(13)

یہ دراصل ایک کھلا لباس ہوتا ہے جس میں سامنے والے حصے کی مخصوص بناوٹ ہوتی ہے۔ سامنے کپڑے کا ایک حصہ دوسرے حصے پر آتا ہے۔ اسے بٹنوں کی بجائے کپڑے کی گھنڈیوں سے باندھا جاتا ہے۔ عورتیں اس کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ استعمال کرتی ہیں۔ مردوں میں بھی اس کا استعمال عام ہے۔ لیکن عام طور پر اسے کلاسیکی لباس سمجھا جاتا ہے۔ اس کا رواج پاکستان میں خال خال ہے۔ اس کا تعلق بنیادی طور پر مغل تہذیب سے جوڑا جاتا ہے۔ یہ بالابا اور چپکن کی بدلی ہوئی شکل ہے جو ایران سے آیا ہوا ایک فیشن تھا۔ انگرکھا سنسکرت کے دو الفاظ سے بنا ہے: انگا (جسم) اور رکھشا (حفاظت)۔ مطلب اس کا مقصد جسم کو موسم کی شدت سے بچانا ہے۔ اس

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

لیے آج کل چادر اور گرم کپڑے کو سادہ لباس کے اوپر بھی پہنا جاتا ہے۔(15)مذکورہ کتاب برصغیر کے اس کم ہوتے کلچر کا اظہار کرتی نظر آتی ہے۔ یہ اس کلچر میں روز مرہ زندگی میں مروج تھا اور اس دور کے معاشرتی لوازم کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔

مخمل و کم خواب (222) سے متعلق ایک لغت میں یہ وضاحت درج ہے: "مخمل: سوت، ریشم یا نائلون سے بنا ہوا کپڑا جس کی بالائی سطح چمک دار اور نچلی سطح سادہ ہوتی ہے جب کہ کم خواب: ایک موٹا ریشمی، سوتی یا اونی کپڑا جس پر ابھرا ہوا ڈیزائن ہوتا ہے۔ اکثر اس میں باریک دھاتی تار استعمال ہوتا ہے۔"(16)

یہ شاہی دور کے ملبوسات ہیں۔ ان کا استعمال سلطنتوں کے شاہان کرتے تھے۔ ریشم سے دھاگے بنانا اور ان سے مخمل بنانا ایک مشکل اور مہنگا کام ہے۔ اس لیے آج کل نائلون سے بنایا جاتا ہے۔ یہ سردیوں کا ملبوس ہے۔ اسے صوفوں اور تکیوں کے غلاف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مخمل کے لباس اب بھی رائج ہیں، لیکن یہ عورتوں میں مقبول ہے۔ مخمل، لباس کا مخصوڈص ڈیزائن نہیں ہے۔ بل کہ ایک کپڑا ہے جسے مختلف قسم کے ملبوسات میں برتا جاتا ہے۔ جب کہ کم خواب ایک اعلی قسم کا کپڑا ہے جس پر اصل سونے یا چاندی کے تاروں سے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ یہ بھی بادشاہوں کے زمانے کی یاد دلاتا ہے۔ یہ مخمل کے برعکس کلف دار اور کھردرا ہوتا ہے۔ یوسفی نے ایک طرح کے ناسٹلجیا کو ظاہر کیا ہے۔ جو آج کے زمانے میں مصنوعی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

جودھپوری جوتی (245) ایک خاص جوتی ہے۔ اس کا تعلق جودھپور کی ثقافت سے ہے۔ اس کی ساخت کھسے سے ملتی جلتی ہے۔ کھسے کے اختتام پر ایک باریک سی ساخت اوپر کو اور پیچھے کو مڑی ہوتی ہے اور کھسے کے جس حصے سے پیر داخل کیا جاتا ہے، وہاں پر بھی ایک باریک سی ساخت اوپر کو اٹھی ہوتی ہے اور ایڑھی اس کے اندر آجاتی ہے۔ جب کہ جودھپوری جوتی میں اوپر کو اٹھی ہوئی ساختیں نہیں ہوتیں۔ "انھیں اونٹ یا گائے کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ ان پر نقش و نگار بنائے جاتے ہیں جو راجستھان کی ثقافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاتھوں سے رنگین ریشمی دھاگوں، ستاروں، شیشوں اور زری کا کام کیا جاتا ہے۔ مردوں میں اس کا استعمال عام طور پر شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر ہوتا ہے۔"(17) مزاح خلا میں نہیں لکھا جاتا ایک تخلیق کار جس ماحول اور ثقافت کا باسی ہوتا ہے، وہ اگر مزاح نگار ہوتا ہے تو مزاح میں بھی اس ثقافت کا اظہار ہوتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے مزاح کے آئینے میں کلچر بھی دکھایا ہے۔

مرزئی (288) سکول ماسٹر کا خواب میں موجود ہے۔ اس حوالے سے ایک ویب سائٹ سے جو معلومات ملی ہیں حسب ذیل ہیں: "ایک وضع کا ملبوس (نیمہ آستین) سونے یا چاندی کے تاروں سے بنا ہوا بغیر آستین کا ایک پہناوا جو عورتیں پوشاک کے اوپر پہنتی ہیں۔ اسے بنڈی بھی کہتے ہیں۔ یہ مدھیا پردیش کے مردوں کا پہناوا ہے۔ بنڈی بغیر آستینوں کے ہوتی ہے۔ اسے عموماً سردیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے اون یا ململ سے بنایا جاتا ہے۔ یہ لمبی ہوتی ہے اور اس پر کڑھائی بھی کی گئی ہوتی ہے۔"(18)

یہ مغلیہ دور سے بیسویں صدی تک رائج رہی۔ دربار داری کے رکھ رکھاؤ اور شان کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی جگہ آج کل واسکٹ نے لے لی ہے۔ پاکستان میں شلوار قمیص کے ساتھ واسکٹ کو قومی لباس کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آب گم ایک ایسی کتاب ہے جو ہمیں اس دور کی سیر کراتی نظر آتی ہے جسے گزرے کافی وقت گزر چکا ہے اور کلچر اپنی پوی آب و تاب سے نظر آرہا ہے۔

نمدہ (82) ایک طرح کا قالین ہے جو اون کو جما کر بنایا جاتا ہے۔ "اس کا تعلق کشمیر کی صنعت سے ہے۔ اون کے ریشوں کو پانی میں ملایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان پر صابن کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے اور بعد ازاں دباؤ کے تحت انھیں برابر کیا جاتا ہے۔ پھر ان پر کڑھائی کی جاتی ہے۔ یہ کشمیری گھرانوں میں فرش کو ڈھانپنے والے گدوں کے طور پر سستا اور موثر سمجھا جاتا ہے۔ اسے سوات، لسبیلا اور سندھ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔"(19) یوسفی کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب کو ایک عجائب گھر بنایا جا سکتا ہے جس میں جا کر متروک الفاظ اور کلچر کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

نمدہ اس دور کی یاد دلاتا ہے جب لوگ روزمرہ کی چیزیں اپنے ہاتھوں سے بناتے تھے۔ آج کل کمروں کو اندرونی طور پر سجانے کے لیے قالین کا استعمال کیا جاتا ہے۔ نمدہ پہلے پہل مخصوص لوگوں تک محدود تھا۔ لیکن اب قالین کی صورت میں لوگوں نے کمروں کی آرائش کے طور پر رائج کر رکھا ہے۔

نواری (82) سوت کے چوڑے فیتے کو کہتے ہیں۔(20) کپڑے کے باریک فیتے کو بھی نواری کہتے ہیں، اس کا مقصد کپڑوں میں خوبصورتی کا اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ برصغیر میں نواری مختلف رنگوں اور ڈیزائنوں کی حامل تھی۔ اس سے مقامی دستکاری اور جمالیاتی ذوق کا اظہار ہوتا تھا۔ یوسفی نے روزمرہ زندگی کی معمولی اشیا کو بھی معنی خیز انداز میں اس کتاب میں جگہ دی ہے۔ یہ صرف ایک لفظ یا لباس نہیں۔ برصغیر کی روایتی پوشاک اور دستکاری کی صورت میں ثقافتی شناخت کی علامت بھی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

داند اسہ (ص218)کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس حوالے سے ایک کتاب میں اسے مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "دانتوں کی صفائی کے لیے خصوصاً جمعہ کے روز دنداسہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ خاص کیکر کی چھال ہوتی ہے۔ دنداسے کو دانتوں کی مضبوطی کے لیے اہم سمجھا جاتا ہے۔ عورتوں کا دنداسہ، آرائش دنداں ہے۔ سر سبز اخروٹ کا چھلکا بھی ملا جاتا ہے۔ دیگر منجنوں میں نمک اور کالی مرچ کا استعمال بھی عام ہے۔ دانتوں کی کرم خوردگی کے لیے لونگ کا استعمال کیا جاتا ہے۔" (21)یوسفی قاری کو دیہاتی ماحول میں لے جاتے ہیں جہاں عورتیں اور جوان لڑکیاں نہ صرف دانت صاف کر رہیں بل کہ ان کے ہونٹ بھی دنداسے سے کسی قدر سرخ ہو گئے ہیں۔

تلک (ص220)ماتھے پر سرخ سیندور سے لگایا جانے والا نشان یا طلائی بندیا کو تلک کہتے ہیں۔(22)

اس کا تعلق ہندو مت سے ہے۔ یہ دونوں بھوں کے درمیان لگائی جانے والی چیز تھی۔ اس کی کئی شکلیں رائج تھیں۔ جیسے U کی شکل میں، تین افقی لکیروں کی صورت میں یا ایک نقطے کی شکل میں۔ یہ شادی بیاہ، پوجا پاٹ اور مہمانوں کے استقبال کے لیے استعمال کیا جانے والا کلچر تھا۔ آج کل بھی ہندوؤں کے ہاں تلک کا استعمال ہوتا ہے۔ البتہ جہاں ہندو اور مسلم اکٹھے رہ رہے ہیں وہاں مسلم بھی اسے ماتھے پر لگاتے ہیں۔ مصنف نے اس کلچر کے عنصر کو مزاح کے ساتھ ساتھ روایت کے اظہار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

ب۔ طب اور اس کے متعلقات:

مشتاق احمد یوسفی نے طب اور اس کے متعلقات کا ذکر جابجا آبِ گم میں کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کلچر کے اس پہلو سے بخوبی واقف تھے۔ بیماریوں کے نام اور ادویات و مصطلحاتِ طب کا انھوں نے بھر پور استعمال کیا ہے۔

اورنگزیبی پھوڑے کا ذکر حویلی میں آیا ہے (ص53)۔ آبِ گم میں اس کا حوالہ ایک بیماری کے طور پر آیا ہے۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق: "ایک سوداوی مادے کی پھنسی یا داد جو مدت تک ہرا رہتا ہے۔ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب اورنگزیب عالمگیر نے ابوالحسن تاناشاہ (بادشاہ گولکنڈہ) کا طویل مدت تک محاصرہ کیا اور اجتماعِ لشکر اور اختلافِ آب و ہوا کے باعث اکثر لشکری خون میں سودائے غیر طبعی غالب ہونے پر اس مرض میں مبتلا ہوئے۔" (23)طبی نقطہ نظر سے سودا کا تعلق دل سے جوڑا جاتا ہے۔ اس کا اخراج زیادہ ہو تو بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کسی بھی خلط کا زیادہ اخراج انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس کا علاج اس خلط کو اعتدال پر لانا ہوتا ہے۔ یوسفی نے جس طرح ان الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اس ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طب اور اس کے متعلقات سے پوری طرح واقف ہیں۔

حویلی ہی میں سنگر ہنی (ص53) مذکور ہے۔ "یہ آنتوں کی حرکت کی بیماری ہے"۔(24)اس بیماری کو آئی بی ایس (IBS) بھی کہتے ہیں۔ اس میں آنتوں کے مسائل ہوتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ آنتوں میں فاسد مواد کا جمع ہونا ہے۔ اس وجہ سے آنتوں کی حرکت صحیح طریقے سے نہیں ہوتی اور انسان ذہنی اور جسمانی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر چہ یہ اصطلاح ان معانی میں عوامی نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے مصنف کی وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ مصنف نے روز مرہ زندگی کے معاشرتی مظاہر کے ساتھ ساتھ خواص کی چیزوں سے واقف ہیں۔ اس یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم لوگ بیماریوں کے نام رکھتے تھے۔

فیل پا (ص56) ایک بیماری ہے۔ اس کے بارے میں نسیم اللغات میں کہا گیا ہے: "ایک نامراد مرض جس میں پاؤں سوج کر ہاتھی کی طرح ہو جاتے ہیں۔" (25)فیل پا اس دور کی تخلیقی ذہنیت کی عکاس اصطلاح بھی ہے۔ یہ مشابہت کے لحاظ سے اہم ہے۔ اس میں مریض کے پاؤں کی موٹائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ یوسفی نے ان اصطلاحات کا ذکر کر کے یہ ثبوت دیا ہے کہ طب محض علاج کا ذریعہ نہیں ہے بل کہ کلچر کی شناخت کا اہم ذریعہ بھی ہے۔

یہ بیماری مچھر کی ایک مخصوص قسم کے کاٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جسے ایڈیز کہتے ہیں۔ یہ ایک متعدی مرض ہے۔ اس لیے جو لوگ اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں، ان سے دور رہنا چاہیے۔ یہ عام طور گرم اور مرطوب علاقوں میں پایا جانے والا مرض ہے۔ صفائی کے ناقص انتظامات کی وجہ سے بھی یہ بیماری ہو سکتی ہے۔ قانونِ مفرد اعضا کے مطابق یہ بیماری عضلاتی غدی تحریک میں ہوتی ہے۔ یعنی خلط سودا کی زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کا علاج گرم تر یا تر گرم اشیا سے کیا جاتا ہے۔ جس سے جسم میں موجود رطوبات کا بہاؤ پیشاب کے ذریعے ہوتا ہے اور مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔

فلک سیر (ص56) ایک جڑی بوٹی ہے جس کے بارے میں صاحب فرہنگ آصفیہ کہتے ہیں: "بجنگ، سبزی، کولا پتی، سوکھی ہوئی"۔(26)

بھنگ ایک پودا ہے۔ اسے نشے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور دوا کے طور پر بھی۔ یہ سرد خشک مزاج کی حامل دوا ہے۔ اس کی مناسب مقدار اعصاب کو تسکین دیتی ہے۔ یہ دافعِ درد بھی ہے۔ لیکن اس کا زیادہ مقدار میں استعمال اعصاب میں خلل پیدا کرتا ہے۔ حافظہ کم زور ہوتا ہے۔ اور انسان عجیب و غریب حرکات کرتا

ہے۔طب میں اسے جسم میں تری کی زیادتی کو کنٹرول کرنے کے لیے تجویز کیا جاتا ہے۔فلک سیر اسے اس لیے کہتے ہیں کہ جو اس کا زیادہ استعمال کرتا ہے، سرور کی کیفیت میں خود کو آسمانوں پہ اڑتا محسوس کرتا ہے۔ بھنگ کے بارے میں توہمات بھی ہیں کہ اس کے بے تحاشا استعمال سے انسان کو چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آتی ہیں۔یوسفی نے اس کا تعلق مزاح کے پیرائے میں طب سے جوڑا ہے۔

مہوا(ص62) کے بارے میں ایک کتاب کہتی ہے:"ایک درخت ہے جو آم کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے۔اس کے پتے آم کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن ان سے بڑے ہوتے ہیں۔ پھول سفید زردی مائل ہوتے ہیں۔ مزہ بہک دار شیریں ہوتا ہے۔ پھول خشک کرنے پر مویز (جنگلی داؤد) کی طرح ہو جاتے ہیں اور شراب بنانے کے کام آتے ہیں۔ پھل گول اور لمبا ہوتا ہے۔پختہ ہونے پر اس کا مزہ شیریں ہو جاتا ہے۔اس کے پھل کی دو گٹھلیاں نکلتی ہیں جن سے روغن کشید کیا جاتا ہے۔"(27)اس کے پھولوں کا قہوہ بھی بنایا جاتا ہے۔اس کے پھول درد دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس کی گٹھلی کا تیل وجع المفاصل، کمر درد اور سر درد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔طب صرف سائنسی علم نہیں ہے بل ثقافتی علم بھی ہے۔یہ مشتاق احمد یوسفی کی تحریروں سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

بیر بہوٹی کا ذکر "سکول ماسٹر کا خواب"(ص82) میں آیا ہے۔یہ ایک حشرہ ہے جس کے بارے میں حکیم محمد یاسین لکھتے ہیں:"برسات کے موسم کا ایک خوبصورت سرخ رنگ کا کیڑا ہے۔اس کا جسم بالکل مخمل نما نازک ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے کرم مخمل بھی کہتے ہیں۔"(28) یہ ایک سرخ رنگ کا حشرہ ہے۔اس حشرے کو عمومی طور پر ادویات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے بارے میں حکما کا خیال ہے کہ یہ قوتِ باہ میں اضافے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔مصنف نے خوب صورت انداز میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔جو فانا فلورا کے زمرے میں بھی آجاتی ہے۔یہ ان کے وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے کی عکاس ہے۔

عرقِ مکوہ(ص119)ایک پودے کا عرق ہے۔اس کے بارے میں حکیم یاسین لکھتے ہیں:"نصف گز سے ایک گز تک بلند پودا جس کے پتے گہرے سبز ہوتے ہیں۔سفید نیلگوں پھول لگتے ہیں۔پکنے پر کالے ہو جاتے ہیں جن میں باریک بیج ہوتے ہیں۔"(29) یہ حرارت کی زیادتی کو کنٹرول کرتا ہے۔استسقا، جس میں انسان کو بے تحاشا پیاس محسوس ہوتی ہے، کا بہترین علاج تصور کیا جاتا ہے۔روایتی طریقۂ علاج بھی ہمارے کلچر میں اہم رہا ہے۔اس سلسلے میں آبِ گم محض مزاح کی کتاب نہیں رہ جاتی بل کہ کلچر کے اہم حصے طب کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔

مصطگی رومی(119)ایک درخت کا گوند ہے جو زردی مائل شفاف ہوتا ہے۔یہ جگر اور معدہ کو تقویت دیتا ہے۔(30)

یہ پودا امیسٹک ٹری کہلاتا ہے۔اور مصطگی اس سے حاصل ہونے والی گوند ہے۔یہ پودا بحیرۂ روم کے ساتھ والے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔اس نسبت سے اسے مصطگی رومی کہا جاتا ہے۔اس کتاب میں طب کی اصطلاحات کا برملا استعمال مشتاق احمد یوسفی کی طب سے گہری واقفیت کا اظہار ہے۔

طب سے متعلق الفاظ کے بارے میں مقامی حکیم محمد سعید احمد میروی سے مصاحبہ ہوا جس میں انھوں نے مختصراً ان الفاظ کے بارے میں بتایا:"مغزِ کنجشک (ص119) سے مراد چڑیا کا مغز ہے۔اس کو طب کی دنیا میں قوتِ باہ اور عورتوں کے پوشیدہ امراض کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔جب کہ افیم(ص119)ایک دوا بھی ہے اور نشہ بھی۔یہ کچی خشخاش کے ڈوڈوں سے نکالا جاتا ہے۔اس کی صفات اساسی ہیں، یعنی حکمت میں خشک مزاج کا حامل سمجھا جاتا ہے۔اس کی انتہائی کم مقدار کو پیچش روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس کا زیادہ استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہے، اس لیے آج کل یہ پنساریوں کی دکان سے بھی نہیں ملتی۔وجع الاسنان (ص106)دانتوں کے درد کو کہتے ہیں۔ تخمِ ریحان(ص171)ایک پودے پر اگنے والا پھول جسے گلِ ریحان کہتے ہیں، اس کا بیج تخمِ ریحان کہلاتا ہے۔اس کے چھوٹے چھوٹے بیج ہوتے ہیں جنھیں پانی میں رکھا جائے تو لعاب دار ہو جاتے ہیں۔انھیں جگر کی ٹھنڈک کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آبِ گم میں اس کا نام تکمِ ریحان لکھا گیا ہے اور قوسین میں اس کا نام تخمِ ریحان لکھا گیا ہے۔ تل مکھانہ(ص172)مرطوب زمین میں اگنے والے پودے کو کہتے ہیں۔ جھیلوں کے کنارے یا دھان کے کھیتوں میں اگتا ہے۔اس کے پھول آسمانی رنگ کے ہوتے ہیں۔اسے مردانہ امراض، جریان، احتلام اور جسمانی کمزوری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ قارورہ(ص188) شیشے کا برتن جس میں مریض اپنا پیشاب طبیب کے پاس لے کے جاتے ہیں۔پیشاب کی رنگت دیکھ کر طبیب بتاتا ہے مریض کا فلاں مزاج ہے، اس کے مطابق وہ دوا دیتا ہے۔"(31)

آبِ گم میں گٹھیا(ص223)کا ذکر ہوا ہے۔اسے طب کی زبان میں وجع المفاصل بھی کہتے ہیں۔ایک انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:"جوڑوں کے درد کو کہتے ہیں۔اس بیماری میں متاثرہ فرد کے جوڑ سوج کر سخت اور سرخ ہو جاتے ہیں۔یہ بیماری خون میں یورک ایسڈ بڑھنے کے باعث ہوتی ہے۔40سے50سال کے افراد اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔"(32)

مرواریدی معجون (ص260)؛ مروارید مختلف قسم کی سیپیوں میں پیدا ہوتا ہے، اسے موتی بھی کہتے ہیں۔ چینی حکمت میں اس کا پاؤڈر ہاضمے کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ قوتِ مدافعت کو بہتر بناتا ہے۔(33)

الغرض برصغیر کے طبی نظام، بیماریوں کے نام، علاج کے طریقوں اور طبی اصطلاحات کو کتاب میں جگہ دی گئی ہے۔ جو اس معاشرے کے علمی سرمایہ، تجربات اور اجتماعی شعور کی جھلک نظر آتی ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے یونانی حکمت، دیسی ادویات اور طبی اصطلاحات کا ذکر کر کے اس تہذیبی ورثے کو محفوظ کیا ہے۔

ج۔ موسیقی اور رقص یا ان کے متعلقات:

طنبورہ (ص215)؛ اسے عربی میں طنبورہ کہتے ہیں۔ اس میں پانچ تار لوہے اور پیتل کے ہوتے ہیں۔ تسمے سے بعض بند بھی ڈالتے ہیں۔ ایک قسم بغیر بند کے بھی ہوتی ہے۔ جن میں بند ہوتے ہیں وہ بین کے سازوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ان میں ہر راگ کے لیے بندوں کو کم یا زیادہ کرتے ہیں۔(34) یہ لمبی گردن پہ مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا حصہ خول دار ہوتا ہے۔ خول دار حصہ خشک کدو یا لکڑی سے بنا ہوتا ہے۔ اس حصے میں چار تاریں ہوتی ہیں۔ تاروں کو انگلیوں سے چھیڑا جاتا ہے اور اس سے مخصوص قسم کا پر سکون ماحول پیدا ہوتا ہے۔ اسے تانپورہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کلاسیکی موسیقی میں استعمال ہوتا ہے۔ کلاسیکی موسیقی یا گائیکی میں راگ کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔

کھرج (ص215)؛ استادانِ فن نے بے شمار آوازوں میں سے چند ایک آوازیں منتخب کی ہیں۔ انھیں سات سر کہتے ہیں۔ ان سات سروں میں سے پہلا سر کھرج کہلاتا ہے جسے "سا" بھی کہتے ہیں۔(35)

اچل (ص215)؛ تیور اور کومل دو طرح کے سر ہوتے ہیں۔ کومل دھیما اور تیور اونچا ہوتا ہے۔ کھرج اور پنچم دو ایسے سر ہیں جنھیں نیوٹرل کہا جاتا ہے۔ اچل ہی ان کا دوسرا نام ہے۔(36)

رہس (ص221) کے بارے میں ایک کتاب میں بتایا گیا ہے۔ رہس سے پہلے راس لیلا کا ذکر آتا ہے۔ عام طور پر راس لیلا سے مراد ایک رقص لیا جاتا ہے۔ گوپیاں (جو چرواہوں کی بیٹیاں اور بہوئیں تھیں) کرشن کی عاشق تھیں اور آدھی رات کو ان کے ساتھ رقص کیا کرتی تھیں۔ رہس اسی رام لیلا سے متاثر ایک اصطلاح ہے۔ اویس احمد ادیب کے خیال میں واجد علی شاہ نے اس کی ابتدا کی۔(37) رہس کے معنی دل لگی یا مسرت اور خوشی کے لیے جاتے ہیں۔

سرنا (ص224) ایک ہوائی ساز ہے جو منہ سے نکالی جانے والی ہوا سے بجایا جاتا ہے۔ یہ کشمیری کلاسیکی موسیقی سے وابستہ تھا، اب بھی دیہاتوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عوامی ناٹک کے اختتام پر بھی اسے بجایا جاتا ہے اور کسی بڑے آدمی کی آمد پر بھی اسے بجایا جاتا ہے۔(38) یہ شہنائی سے بڑا ساز ہے۔ شہنائی کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ دونوں میں قدرے مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ دونوں نالی دار بانس سے بنے ہوتے ہیں۔ سرنا کی آواز بڑا ہونے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ شہنائی کے مقابلے میں زیادہ بڑے پیمانے پر اسے استعمال کیا جاتا ہے۔(39)

دھیوت اور رکھب (ص253) کا ذکر بھی آبِ گم میں کیا گیا ہے۔ یہ موسیقی کی اصطلاحات ہیں۔ ان کو سر کہتے ہیں: سارے گاما پادھانی۔ رے سے مراد رکھب ہے اور دھا سے مراد دھیوت ہے۔ سا اور پا کے علاوہ سب سر دو طرح کے ہوتے ہیں یعنی تیور اور کومل۔ یہ سب مل کر کل بارہ ہو جاتے ہیں۔ انھیں موسیقی کی بنیاد کہا جاتا ہے۔

درباری (ص253) ایک راگ کا نام ہے۔ راگ در حقیقت مختلف سروں سے مل کر بنتے ہیں۔ ہر راگ کے اوقات متعین ہیں۔ "اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ رات کا راگ ہے۔" جبکہ مرکی (ص254) دو یا تین سروں کو سرعت سے بولنے کو کہتے ہیں۔

راگ ایمن کلیان (ص255)؛ یہ راگ امیر خسرو سے منسوب ہے۔ اس کے بارے میں اہلِ موسیقی بتاتے ہیں کہ یہ سمپورن ہے، یعنی اس میں ساتوں سر استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے گانے کا وقت اہلِ فن شام کو قرار دیتے ہیں۔(40)

کھرن (ص258) کے بارے میں یوسفی نے خود بتایا ہے کہ طبلے پر سیاہ حلقے کو کہتے ہیں۔

پکھاوج (ص268) تال کا ایک قدیم ساز جسے مردنگ کی ترقی یافتہ شکل کہا جا سکتا ہے۔ مردنگ مٹی کی اور پکھاوج لکڑی کی ہوتی ہے۔ یہ انگلیوں سے کم اور ہتھیلیوں سے زیادہ بجائی جاتی ہے۔ اس کے دونوں طرف جانوروں کا چمڑا لگایا جاتا ہے۔(41) یہاں ڈھولک اور پکھاوج میں فرق کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ ڈھولک کے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مقابلے میں بڑی ہوتی ہے، اس کا درمیانی حصہ بڑا ہوتا ہے اور دونوں سرے کم چوڑائی کے حامل ہوتے ہیں۔ پکھاوج کو کلاسیکی موسیقی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈھولک کو عام طور پر لوک موسیقی میں اور شادی بیاہ کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

موسیقی کے حوالے سے راجستھانی مانڈ کا ذکر بھی آب گم میں کیا گیا ہے۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق اس کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے: "ایک لوک موسیقی کا انداز جو عوامی گیتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ راجستھان میں استعمال ہونے والی روایتی لوک موسیقی، بنیادی طور پر راجستھانی کلاسیکی موسیقی سے تعلق رکھتی ہے، جسے بہت سریلا تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں ستار، سارنگی، ڈھولک، طبلے اور ہارمونیم کا استعمال کیا جاتا ہے۔"(42)

مجیرہ (ص 272) کے بارے میں لغت یہ بتاتا ہے: "پیتل کی چھوٹی چھوٹی کٹوریاں، جو طبلے کے ساتھ تال دینے کے لیے دونوں ہاتھوں میں لے کر بجائی جاتی ہیں۔"(43) یہ ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی تہواروں میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں لوک موسیقی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ثقافتی میلوں میں بھی مجیرہ رائج ہے اور اسے ان مواقع پر ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔

چوراسی (ص 271) ایک گھنگرو جو ناچنے والیاں پہنتی ہیں۔(44)

نرت بھاؤ (ص 221) کا ذکر آیا ہے۔ یہ رقص کی ایک اصطلاح ہے۔ اسے نرتیا بھی کہتے ہیں۔ اس بارے میں ایک ویب سائٹ کہتی ہے: "ایک رقص جس میں چہرے کے تاثرات، ہاتھوں کے اشاروں اور جسمانی حرکات کی مدد سے جذبات اور بیان کو ظاہر کیا جاتا ہے۔"(45)

ٹپے (ص 224)؛ اس کے بارے میں ایک کتاب میں بتایا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے: "ہندکو زبان کی قدیم سخن جس کا مکھڑا ڈیڑھ مصرعے کا ہوتا ہے، جس کے ڈانڈے رگ وید سے جا ملتے ہیں۔ اس کے مکھڑے کا پہلا مصرع آدھا ہوتا ہے۔ جتنے رکن کا پہلا مصرع ہوتا ہے اس کا طاق ہونا ضروری ہے، لیکن آج کل یہ امتیاز نہیں ہے۔ قدیم گندھارا کی اکثر پراکرتوں میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ موجود ہے۔"(46)

موسیقی صرف ایک فن نہیں ہے۔ یہ کلچر کا اہم حصہ بھی ہے۔ اس کے ذریعے اس معاشرے کے جمالیاتی ذوق، مذہبی رجحانات، اور سماجی روایات کی عکاسی بھی موسیقی سے ہوتی ہے۔ یوسفی نے موسیقی سے متعلق آلات، اصطلاحات، لوک موسیقی اور برصغیر کی کلاسیکی روایت کو مزاح کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ نیز متروک ہوتی موسیقی کی اصطلاحات اور آلات وغیرہ کو محفوظ کیا ہے۔

د۔ عرس، میلے ٹھیلے اور کھانے کھابے:

گاگر (ص 54) کے بارے میں حویلی میں بتایا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایک اردو لغت ایپ میں بتایا گیا ہے: "عرس کی ایک رسم جس میں مٹی کے گھڑے میں شربت بھر کر اور اوپر سے سرخ کپڑا باندھ کر پھول کے ہار اس پر ڈالتے ہیں اور سروں پر رکھ کر چڑھانے آتے ہیں۔"(47)

کھانے کھابے اور برتن بھی کسی کلچر کا اہم جزو ہیں جو وہاں کے لوگوں کے ذوق کا اظہار ہوتے ہیں۔ آبِ گم میں مختلف کھانوں کا ذکر آیا ہے جو ماضی میں بہت مشہور تھے۔ مثال کے طور پر دوپیازہ (ص 55) ریختہ لغت کے مطابق: "کتری ہوئی پیاز بطور ترکاری ڈال کر پکایا ہوا گوشت، کچی پیاز ڈال کر پکایا ہوا گوشت۔ چونکہ اس کے ساتھ گھی میں بھنی ہوئی پیاز بھی ڈالی جاتی ہے اس لیے اسے دوپیازہ کہتے ہیں۔" اس طرح ایک ظرف کا تذکرہ ملا ہے جسے سینی (ص 120) کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ایک ویب سائٹ کہتی ہے: "ایک چپٹی یا چورس چیز جو کھانا پیش کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔"(48)

رساول (ص 374) گنے کے رس کی کھیر جو ابلے ہوئے چاول ملا کر بنائی جاتی ہے۔ گنے کے رس کی آٹھ تا دس پیالیاں، دو عدد لونگ، ایک پیالی چاول، کٹا ہوا ناریل اور کوکنگ آئل کے چار چمچ کی مدد سے یہ کھانا بنایا جاتا ہے۔(49)

یہ پکوان عام طور اس وقت بنایا جاتا ہے جب گنے کی فصل کی کٹائی ہوتی ہے۔ سردیوں کی راتوں میں بھی عموماً مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

بدایوں کے پیڑے (345) کا ذکر مشتاق احمد یوسفی نے کیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک ویب سائٹ یہ معلومات دیتی ہے: "یہ بادامی رنگ کے ہوتے ہیں، جن میں چینی کی کرکراہٹ اور خستہ پن کے علاوہ کیوڑے، الائچی کی خوشبو ان کو منفرد بناتی ہے۔ علاپور (بدایوں کا دیہات) سے اس کی ابتدا ہوئی جہاں دودھ اور کھویا زیادہ ہوتا تھا۔ ممن نامی شخص وہاں یہ کام کرتا تھا۔ 1860ء میں اسے بدایوں شہر لایا گیا اور اس کھانے کی شہرت برصغیر میں پھیل گئی۔"(50)

کھانے اور کھابے کسی بھی کلچر کا ناگزیر حصہ ہیں۔ اس لیے ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یوسفی نے کلچر کے ہر فرد کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ اس کا ثبوت اوپر درج کردہ کھانے کھابے ہیں۔ یوسفی کی نگاہ کلچر کے ہر ایک حصے پر ہے اس لیے آبِ گم کلچر کا ایک خوب صورت دستہ نظر آتی ہے۔

ہ۔مذہبی اصطلاحات والفاظ:

مذہب کو کلچر کا ایک جزو سمجھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یوسفی نے کلچر کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے اور مختلف مذاہب کے بارے میں استعمال ہونے والے الفاظ و اصطلاحات کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

شلوم (ص 222) ایک مذہبی اصطلاح ہے جو دراصل عبرانی کا لفظ ہے۔ یہودی جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو 'شلوم علیخم' کہتے ہیں، جس کا مطلب ہے "تم پر سلامتی ہو"۔(51)

جے رام جی کی (ص 222): یہ ہندوؤں کا نعرہ ہے، جس کا مطلب ہے بھگوان رام کی جیت ہو۔(52)

نمسکار (ص 222) یہ سنسکرت کا لفظ ہے۔ ایک لغت کے مطابق: "سر جھکانا، پوجا کرنا، تعظیم کرنا"۔(53)

فلیس منی (324) یہ الفاظ عام طور پر احادیث میں آتے ہیں۔ ان کا مطلب ہے کہ "وہ مجھ میں سے نہیں ہے"۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ انبیاء کی پیروی ضروری ہے اور اس وقت اس طرح کے الفاظ بولے جاتے ہیں جب خاص طور پر معاملات کی بات ہو۔(54)

بھبھوت (325): "گوبر کی راکھ کو کہتے ہیں جو سادھو شیو کی پیروی میں اپنے بدن پر ملتے ہیں۔"(55)

بر کش (ص 326) یہ لفظ بھی مذہب سے متعلق ہے۔ ایک مذہب جس میں درختوں کو مقدس مانا جاتا ہے اور اس کی پوجا کی جاتی ہے۔(56)

اگن کنڈ (262) ایک مذہبی اصطلاح ہے۔ اس کا تعلق سکھ مذہب سے جوڑا جاتا ہے۔ اگن کنڈ مقدس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جاتی ہے اور مختلف مذہبی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔(56)

جنگم (342) وہ سادھو جو جٹائیں رکھتے، پاؤں میں زنجیر پہنتے، اور ہاتھ میں گھنٹی رکھتے اور بجاتے ہیں۔(57)

ہر کلچر میں مذہب کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ لازم نہیں کہ ایک کلچر میں فقط ایک ہی مذہب ہو۔ کئی کلچر ایسے ہوتے ہیں جہاں کئی مذاہب ہوتے ہیں۔ پاکستان ایک ایسے کلچر پر مبنی ہے جہاں ہر مذہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ یوسفی نے اسلام کے علاوہ ہندو کلچر کی اصطلاحات و الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ نیز یہودی کلچر کی سلام کی اصطلاح بھی لائے ہیں۔ یہ ان کی وسعتِ ظرفی کے ساتھ ساتھ ہمارے کلچر وسعتِ ظرفی کو بھی ظاہر کرتی ہے جہاں ہر مذہب کے لوگوں کا احترام کیا جاتا ہے اور ان سے رواداری روا رکھی جاتی ہے۔

و۔فانا اور فلورا (حیونیہ اور نباتیہ):

حیونیہ اور نباتیہ بھی کسی کلچر کا حصہ ہوتا ہے، اس لیے اس کا ذکر کیے بغیر کسی کلچر کی تصویر مکمل نہیں ہوتی۔ مشتاق احمد یوسفی نے مختلف پودوں اور جانوروں کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔

پلکھن (ص 52) اسے سفید انجیر بھی کہتے ہیں۔ یہ بھارت میں اگنے والا ایک عام درخت ہے۔ اس کے پتے بیضوی مگر نوک دار ہوتے ہیں۔ اس کے پھول، پھل کے اندر چھپے ہوتے ہیں۔(58)

اس کا قد تیزی سے بڑھتا ہے۔ اور جب بڑا ہو جاتا ہے تو اس کا ایک تاج سا بن جاتا ہے۔ اس لیے یہ سایہ دار بھی ہوتا ہے۔ ہندو مت میں یہ مذہبی اہمیت کا حامل پودا ہے۔

اس طرح گھوڑوں کے بارے میں آبِ گم میں تذکرہ ملتا ہے۔

کمیت (ص 90) ایک گھوڑے کا نام ہے جو سیاہ و سرخ ہوتا ہے۔(59) اس کی ایال، ٹانگیں (گھٹنوں تک) کانوں کے کنارے کالے ہوتے ہیں۔ اسے مضبوط قسم کا گھوڑا تصور کیا جاتا ہے۔ اسے گھوڑے پالنے والے بہت اہمیت دیتے ہیں۔

پنج کلیان (ص 90) وہ گھوڑا جس کے چاروں پیر اور ماتھا سفید ہو اور باقی کوئی رنگ اور ہو۔ اسے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔(60) کچھ علاقوں میں اسے خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ کچھ اسے منحوس خیال کرتے ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی نے بھی اسے منحوس خیال کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ لفظ کلیان کا مطلب خوش نصیبی اور اقبال ہی ہے۔

آٹھوں گانٹھ کمیت (ص 90) وہ کمیت گھوڑا جس کے آٹھوں گانٹھ مضبوط ہوں۔(61) اس میں ٹخنے اور گھٹنوں کے جوڑ آجاتے ہیں۔ جو آٹھ بنتے ہیں۔

سمند سیاہ زانو: وہ گھوڑا جس کے چاروں پاؤں مع دم وایال سیاہ ہوں اور باقی تمام موئے جسم بادامی ہوں۔(62)

پلا مچھلی(ص 267)ایک خاص قسم کی مچھلی ہے۔اس کا تعلق دریائے سندھ سے بتایا جاتا ہے۔اس حوالے سے ایک ویب سائٹ ہمیں یہ بتاتی ہے:"ایسی مچھلی جو بحیرہ عرب کے نمکین پانی میں رہتی ہے، انڈے دریائے سندھ کے میٹھے پانی میں دیتی ہے۔اس کے گردے نمکین پانی کے لیے بنے ہیں۔یہ انڈے میٹھے پانی میں دینے سے پہلے میٹھے اور نمکین پانی کے آمیزے والے حصے میں وقت گزارتی ہے جسے کھاڑی کہتے ہیں۔انڈے نمکین پانی میں نہیں دیتی کیونکہ نمکین پانی میں خراب ہوتے ہیں۔" (63)

پودوں اور دیگر جانداروں کے نام رکھنا کسی کلچر کا اہم پہلو ہے۔جہاں انسان ہیں وہاں پودے، جانور، پرندے اور حشرات وغیرہ ہیں۔انسان سے ان سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔یوسفی نے بر محل حیوانیہ اور نباتیہ کا تذکرہ کیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپِ گم نے پودوں، جانوروں اور دیگر جان داروں کو بھی یکساں اہمیت دی ہے۔اس طرح کلچر کی تصویر مکمل ہوتی ہے۔

ز۔ ثقافت سے متعلق متفرق اشیاء:

روکڑبہی(ص 49)نور اللغات میں روکڑ کے یہ معنی درج ہیں: روپیہ، پیسا، نقد، دھن۔جب کہ روکڑ بہی سے مراد وہ کتاب ہے جس میں نقدی کا حساب کتاب لکھا ہوتا ہے۔(64)آج کے زمانے میں اسے کیش بک کہہ سکتے ہیں۔

دھنڈار(ص 49)بہت بڑا ڈراؤنا گھر۔(65)ایسا وسیع اور کھلا گھر جس کی مناسب دیکھ بھال نہ ہو اور وہاں کوئی نہ رہ رہا ہو تو اسے ڈھنڈار کہتے ہیں۔یہ اس زمانے کی یادگار ہے جب لوگ مادیت پرست نہیں تھے۔آبادی بھی کم تھی اس لیے جگہ کے اتنے مسائل نہیں تھے۔لوگ گھر تو بنا لیتے تھے لیکن اتنے بڑے گھروں کے تمام مکانات کو آباد کرنا مشکل تھا۔وہ حصے کرائے پر بھی نہیں دیے جاتے تھے۔اس لیے کبھی کبھار وہ حصے ڈھنڈار بن جاتے تھے۔یہ ہجرت کے زمانے کی یاد بھی ہے کہ تقسیم ہند کے وقت کئی لوگوں نے اپنے بڑے اور کھلے گھر چھوڑ دیے تھے۔اور وہ ویران ہو گئے۔ان کی ویرانی خوف کا منظر پیش کرتی تھی۔

گھورا(ص 51)کوڑی ڈلاؤ، گوہ گڑھیا، میلا اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ۔(66)پرانے زمانے میں گھروں کا گند ایک جگہ پھینکا جاتا تھا۔اسے مقامی زبان میں ڈھیری بھی کہتے تھے۔اس زمانے میں شاپر کا استعمال نہیں ہوتا تھا، اس لیے کوڑا کرکٹ کا کچھ حصہ گل سڑ کر کا آمد ہو جاتا تھا جس میں پودوں کے پتے اور جانوروں کا گوبر شامل تھا۔اسے کھاد کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔آج کل ڈسٹ بن کا تصور آ گیا ہے۔گھورا دیہی کلچر کا اہم جزو تھا۔لیکن آج کل اس کا رواج کم ہو گیا ہے۔

سیروا(ص 59)کے بارے میں کفایت اردو لغت کا کہنا ہے:"چارپائی کے سرہانے اور پائینتی کی لکڑی"۔(67)چارپائی کے مختلف حصے ہوتے ہیں۔جس طرف سرہانہ رکھا جاتا ہے اسے بالین کہتے ہیں۔پاؤں والے حصے کو پائینتی کہا جاتا ہے۔اس کے چار پائے ہوتے ہیں۔لمبائی کے رخ ان پایوں کو ملانے والی لکڑی کو سیروا کہا جاتا ہے۔یہ کلچر کا ایک قدیم رنگ ہے۔لیکن آج تک یہ استعمال میں ہے۔بڑے شہروں میں پلنگ اور بیڈ آ گئے ہیں۔لیکن چھوٹے شہروں اور دیہاتوں میں اب لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ہوٹلوں میں چارپائیاں نظر آ جاتی ہیں۔

جھلنگا(ص 59)اس کے بارے میں صاحب فرہنگ آصفیہ کا کہنا ہے: چارپائی جس کا بان ٹوٹ ٹوٹ کر لٹک گیا ہو، وہ بان جو بنا بنایا چارپائی سے نکال لیں۔(68)جھلنگا کو عام طور پر گھر کی عورتیں ایندھن کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ان کی رائے میں یہ جلنے اور حرارت دینے میں بہت اچھا ہوتا ہے۔لیکن اس کا ایندھن کے طور پر استعمال ہمیں اس کلچر کی طرف لے جاتا ہے جہاں ابھی تک گیس نہیں پہنچی۔چارپائی کا بان عموماً کھجور کے پتوں، مزری اور کوندر سے بنایا جاتا ہے۔سوتی پٹیوں، نائلون کی رسیوں اور سوتی رسیوں سے بھی بنایا جاتا ہے۔مگر یوسفی صاحب جس کلچر کی بات کر رہے ہیں وہ پتوں سے بنے بان کا ذکر ہی ہے۔

نبولی(ص 67)نیم کے پودے کے پھل کو کہتے ہیں۔میانوالی کی بولی میں اسے للی کہا جاتا ہے۔بنولیوں سے قدیم کلچر کے بچے کھیلا کرتے تھے۔نیم کے پودوں پر چڑھنا اور توڑ کر ایک دوسرے کو مارنا ان کا مشغلہ تھا۔اب انٹرنیٹ اور موبائل کے دور میں فطرت سے رشتہ کمزور ہو گیا ہے۔اس لیے زرعی کلچر کے کھیل اور مشاغل بھی کم ہو گئے ہیں۔

تھونی(ص 72)ستون، تھم، اڑواڑ۔(69)کچے کمروں میں اس کا استعمال ہوتا تھا۔یہ کمرے لمبے بھی ہوتے تھے۔اس لیے کمروں کے درمیان یا کمروں کے پچھواڑے کی دیوار میں لگائی جاتی تھی۔اس کا بنیادی مقصد کچی چھتوں کے وزن کو توازن میں لانا ہوتا تھا۔اسے میانوالی کی بولی میں تھمبی کہا جاتا ہے اور اردو میں تھم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔اب کچے کمروں کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے۔اس لیے اس لفظ کو بہت کم برتا جاتا ہے۔

فٹن(ص82)ایک قسم کی بگی جو چار پہیوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اوپر سے کھلی ہوتی ہے۔(70)یہ انیسویں صدی کی یاد گار ہے۔اسے عموماً انگریز استعمال کرتے تھے۔یہ ایک طرح کا فیشن بھی تھا اور شاہی شان کا اظہار بھی تھا۔اس کے آگے گھوڑا جوتا جاتا تھا۔یہ سواری تیز رفتار بھی تھی اور آرام دہ بھی۔اس رواج اب باقی نہیں رہا۔اس کی جگہ جدید سواریوں نے لے لی ہے۔

کھریر(ص93)لوہے کا دندانے دار آلہ جس سے گھوڑوں یا گدھوں کے جسم کو رگڑ کر صاف کرتے ہیں، کھریرا، کھرکھرا، کھرہرا۔(71)یہ ایک طرح کی کنگھی ہے جو گھوڑے کی صفائی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔یہ آلہ اب بھی متروک نہیں ہوا۔گھڑ سوار اس کا استعمال آج بھی کرتے ہیں۔اصطبل میں اب بھی گھوڑوں کی رکھوالی اور دیکھ بھال کرنے والے اس سے گھوڑوں کی صفائی کرتے ہیں۔

آر(ص93)لوہے کی نوک دار چیز جو پینے میں لگاتے ہیں۔چھونا اور لگانا کے ساتھ مستعمل ہے۔کسان ہل چلاتے ہوئے مَٹھے بیل کی کبھی دم مروڑتا ہے کبھی آر چھوتا ہے۔(72)یہ زرعی معاشرے کی یاد گار ہے۔جب بیلوں کو کھیتوں میں لے جایا جاتا تھا اور بیل نہیں چلتے تھے،ان کو اس کی مدد سے ہوشیار اور تیز رفتار کیا جاتا تھا۔یہ لمبی لکڑی کا بنا آلہ بھی تھا جس کے سرے پر نوک دار لوہا ہوتا تھا۔علاوہ ازیں بیل گاڑی کے لیے بھی چابک کا کام یہ آلہ کرتا تھا۔اب نہ وہ زرعی معاشرہ رہا ہے اور نہ وہ روایتی سواریاں۔اس لیے یہ الفاظ اب کم استعمال ہوتے ہیں۔یہ ماضی کے کلچر کا حصہ بن چکے ہیں۔

توبڑا(ص94)گھوڑے کو دانہ کھلانے کا تھیلا۔(73)یہ عام طور پر ٹاٹ یا چمڑے کا بنا ہوتا ہے۔اس کا بنیادی مقصد ایک تو گھوڑے کو دانہ اور چارہ دینا ہے۔دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کا کھانا ضائع نہ ہو۔یہ بھی زرعی معاشرے کی یاد گار ہے۔لیکن گھوڑے پالنے کے شوقین اس کا استعمال اب بھی کرتے ہیں۔

اپلے(ص112)یہ گائے اور بھینس کے گوبر سے ہاتھوں کی مٹھ کی مدد سے بنائے جاتے ہیں،انھیں سکھایا جاتا ہے اور بعد ازاں انھیں بطور ایندھن استعمال کیا جاتا ہے۔

بغدا(ص114)یہ قصائیوں کی اصطلاح ہے۔اس کے بارے میں قائد اللغات میں "قیمہ کوٹنے کا آلہ" درج ہے۔(74)یہ لوہے یا فولاد کا بنا بھاری آلہ ہوتا ہے۔اس کی مدد سے گوشت کو باریک کیا جا سکتا ہے اور اس کے بھاری پن کا فائدہ اٹھا کر قصاب اس سے ہڈیاں بھی توڑتے ہیں۔دیہی اور شہری علاقوں میں اب بھی اس قصاب اس کا استعمال کرتے ہیں۔آج کل بغدے کی مشینی شکل بھی آ گئی ہے۔

پیال(ص213)دھان یا کودوں کا بھوسا جس کو بچھا کر غریب جاڑوں میں سوتے ہیں۔پرال بھی کہا جاتا ہے۔ایک ویب سائٹ کے مطابق اس کا مطلب ہے: پھل پکانے کے لیے ایک خاص قسم کی خشک گھاس۔(75)خشک گھاس کو پھلوں کے ارد گرد لپیٹ کر رکھا جاتا تھا۔اس کا مقصد پھلوں کو پکانا ہوتا تھا۔یہ بھی قدیم یاد گار ہے جب کیلے اور آم وغیرہ کو کیمیائی اجزا سے نہیں پکایا جاتا تھا بلکہ دیسی طریقے اختیار کیے جاتے تھے۔اب اگرچہ پرال لگائی جاتی ہے مگر صرف چند دیہی علاقوں تک محدود ہے۔

غلیل(217)اس زمانے کی یاد دلاتی ہے جب لوگ فارغ اوقات میں پرندوں کے شکار کے لیے جاتے تھے۔یہ دو شاخی ہوتی ہے۔اس کی شاخوں کی دونوں جانب ربڑ کا ایک فیتہ باندھا جاتا ہے۔فیتے کے بالکل درمیان میں چمڑے سے بنی ایک ساخت ہوتی ہے جس میں نرم اور گیلی مٹی سے بنائے گئے چھوٹے چھوٹے گولے خشک کر کے استعمال کیے جاتے ہیں۔(ان کو میانوالی میں غُنڈارے کہا جاتا ہے)عموماً انھیں چڑیوں کے شکار کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

منبت کاری(221)ابھرا ہوا نقش، بیل بوٹے کا کام جو لکڑی پر کیا جاتا ہے۔(76)یہ ہندوستان کے قدیم کلچر کی یاد گار ہے جس میں لکڑی پر بیل بوٹے ہاتھ سے بنائے جاتے تھے۔قدیم مساجد اور منادر میں لکڑی پہ کیا گیا کام اس دور کی حسِ جمال کا اظہار ہے۔آج کل مشینی دور آ گیا ہے اس لیے عموماً لکڑی پر کیا گیا کام ہاتھوں سے نہیں ہوتا بلکہ بنا بنایا بڑھائیوں کو مل جاتا ہے۔اس طرح کے کاموں میں وہ نفاست اور دل کشی نہیں ہوتی جو انسان کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔اس کام کی اہمیت ابھی ختم نہیں ہوئی لیکن اس کلچر میں انسانی ہاتھ کا حصہ کم ہو گیا ہے۔اب بھی منبت کاری ثقافتی، مذہبی اور معاشی حوالے اہم سمجھی جاتی ہے۔مشینی عمل دخل اور کمپیوٹر سوفٹ ویئرز کی بدولت یہ کام تیزی سے ہو جاتا ہے اور انسانی ہاتھ سے کیے گئے کام کے مقابلے میں سستا بھی ہے۔اس لیے بھی ہاتھ کے کام کی اہمیت بہت کم ہوئی ہے۔

چھت گیری(ص242)چھت کے نیچے لگایا جانے والا آرائشی کپڑا، جو قدیم دور کی یاد دلاتا ہے۔پرانے زمانے میں مکانوں کی چھتوں کو کو ندر کے خشک پتوں میں لپیٹ کر لکڑیوں کی چھت بنائی جاتی تھی۔اس کو چھپانے اور کمرے کو خوبصورت ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔اب ٹی آئرن اور گرڈر والے کمروں کی سیلنگ کی جاتی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نم گیرہ(ص242)شبنم سے بچانے کے لیے ایک سائبان سا ہوتا تھا،اسے نم گیر (عرفِ عام میں نم گیرہ) کہا جاتا تھا۔یہ عام طور کھلی جگہوں جہاں لوگوں نے رات گزارنی ہوتی تھی یا جانوروں کو بچانا ہوتا تھا وہاں بناتے تھے۔بانس یا کسی اور لکڑی پر کپڑا یا ٹاٹ لگا کر نیچے والی چیزوں کو شبنم یا نمی سے بچایا جاتا تھا۔آج کل واٹر پروف سامان آ گیا ہے۔جس میں کیمیائی اشیا کا استعمال کیا جاتا ہے جو ماحول دوست اقدام نہیں ہے۔سائبان کے علاوہ نمی سے بچاؤ کے لیے بھی مختلف طریقے استعمال ہوتے تھے۔یہ تیل،موم اور مٹی کے آمیزے سے بنایا جاتا تھا تا کہ اناج،لکڑی کے دروازے اور کھڑکیاں نمی سے محفوظ رہیں۔لکڑی پر تیل لگایا جاتا تھا۔تا کہ نمی سے لکڑی خراب نہ ہو۔اناج کے گوداموں پر مٹی کا لیپ بھی نم گیر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔درختوں (صنوبر،کیکر،سال،آم وغیرہ) کی رال بھی اس معاملے میں معاون تھی۔آج کل پینٹ کا استعمال کیا جاتا ہے۔

چھوٹا(ص130)اس کا تعلق نائیوں کے پیشے سے ہے۔اس سلسلے میں ایک حجام سے گفتگو ہوئی انھوں نے نہ صرف چھوٹا دکھایا بلکہ اس کا استعمال بھی بتایا۔یہ چمڑے کا ٹکڑا یا چوڑی پٹی ہوتی ہے جس پر نائی استرا تیز کرتے ہیں۔جب کہ نہرنی(ص130) کے بارے میں حجام نے مزید بتایا کہ یہ اپنے زمانے کا ناخن تراش تھا۔اسے نہیرن بھی کہا جاتا تھا۔میانوالی میں اسے نہیرن ہی پکارا جاتا ہے۔جب کوئی بال ان کے ہاں کٹوانے آتا تھا تو ناخن بھی ترشوا لیتا تھا۔نہرنی اس کا اسمِ تصغیر ہے۔(77)

بکل(ص169) یہ دیہاتوں کی عام اصطلاح ہے۔اس کا تعلق چادر یا کپڑے سے ہے۔چادر یا دوپٹے کو ایک طرف سے دوسری طرف پشت پر ڈالنا جس سے منہ،گردن اور پیٹ کو ڈھانپا جاتا ہے۔چادر کا استعمال مرد عام طور پر سردیوں میں کرتے ہیں اور بکل مارنے کا بنیادی مقصد سردی سے بچنا ہوتا ہے۔جب کہ عورتیں اس وقت بکل مارتی ہیں جب وہ باہر نکلیں یا کوئی غیر محرم گھر میں آ جائے۔جدید دور کے لوگ اور خاص طور پر شہروں کے لوگ نہ چادر اوڑھتے ہیں اور عورتیں بھی دوپٹے کا کم استعمال کرتی ہیں۔

سینک(ص169)اس کا اصل املا صحنک ہے۔چھوٹی رکابی کو بھی اردو میں صحنک یا سینک کہتے ہیں۔مٹی کی بڑی رکابی کے لیے اکثر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔اب برتن عام طور پر جست کے استعمال ہوتے ہیں،اس لیے یہ اصطلاح نادر ہو گئی ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جست کے جس برتن میں آٹا گوندھا جاتا ہے اسے عرفِ عام میں تھال ہی کہتے ہیں۔میانوالی میں اسے سانڑک (ساں ڑک) کہتے ہیں۔

چھولداری(ص250) چھوٹا تمبو،یہ ایک دو چوبہ خیمہ / تمبو ہوتا ہے،عقب سے بند ہوتا ہے اور سامنے سے راستہ،راستے کے درمیان میں بانس ہوتا ہے (ایسے خیمے عام طور پر فوجی استعمال کرتے ہیں)۔(78)

چھپیتی(ص250)اس کا تعلق ترکھانوں کے پیشے سے ہے۔لکڑی کی چھیلن کو کہتے ہیں۔اس کے لیے "چپر" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔میانوالی میں مقامی طور پر اسے "چھپر" کہتے ہیں۔

نے،نیچہ اور منہال(260/159) جیسی اصطلاحات یوسفی صاحب لائے ہیں۔ان کا تعلق ہمارے بھولے بسرے کلچر سے ہے۔قدیم زمانے میں لوگ حقے کا استعمال کرتے تھے۔ان کا استعمال اجتماعی بھی ہوتا تھا جب بڑے بوڑھے کسی شادی یا خوشی کی محفل میں اکٹھے ہوتے تھے۔سردیوں میں خاص طور پر جب لوگ آگ جلا کر اکٹھے بیٹھتے تھے تو اس وقت بھی حقے کا استعمال کیا جاتا تھا۔یہ اس اجتماعی کلچر کی یاد ہے جب موبائل کا استعمال نہیں تھا اور لوگ سگریٹ کا استعمال بھی خال خال کرتے تھے۔اس کی "نے" کو،نڑی بھی کہتے ہیں۔یہ بانس کی بنی ایک نالی ہوتی ہے اور اس میں سانس لیا یا کھینچا جاتا ہے۔"نیچہ" دوسری نلی ہوتی ہے جس میں پانی بھرا رہتا ہے۔منہال نلی کا وہ سرا ہوتا ہے جسے منہ میں رکھا جاتا ہے۔(79)

تیغا(ص266)اس کا تعلق تعمیرات کے شعبے سے ہے۔ایک مستری سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا:"یہ چنائی سے تعلق رکھنے والا لفظ ہے۔اس میں کھڑے بل اینٹیں یا ٹائلیں لگائی جاتی ہیں اور درمیان میں بجری،سریا اور سیمنٹ بھری جاتی ہے۔"(80)

ارن(ص284)Urn / یہ دراصل انگریزی زبان کا لفظ ہے۔اس کی شکل تھرماس سے ملتی جلتی ہے۔مٹی یا دھات کی بنی ہوئی صراحی کو بھی کہتے ہیں،اس میں چائے یا پانی رکھتے ہیں۔(81) مہمانوں کو مشروب اور پانی اسی میں پیش کیا جاتا تھا۔مشروبات کو محفوظ کرنے کا ایک آلہ بھی سمجھا جاتا تھا۔خانقاہوں اور مندروں میں دودھ یا مقدس پانی اسی میں پیش کیا جاتا تھا۔اس کا استعمال اب کم ہوتا ہے۔لیکن یہ سجاوٹی اشیا کے طور استعمال کیا جاتا ہے۔یہ قدیم دور کے جمالیاتی اور معاشرتی رویوں کا عکاس ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کابک(ص304) خانہ دار الماری جس میں مادہ کبوتری انڈے دیتی ہے اور انڈے سیتی ہے۔(82) یہ مٹی یا دھات سے بنایا جاتا تھا اور کمرے کے کسی کونے میں رکھا جاتا تھا۔اس وقت کے انسان کے پرندوں اور فطرت سے قریبی رشتے کی عمدہ مثال کابک بھی ہے۔روحانی پہلو یہ تھا کہ پرندوں،خاص طور کبوتروں کی خدمت کرنا مذہبی روایت بھی تھی۔اب اگرچہ انسان کا رشتہ فطرت سے کم زور پڑ گیا ہے، مگر آج بھی پودوں کے ساتھ اور کمروں بالکونیوں میں مختلف قسم کے برتن رکھے یا لٹکائے جاتے ہیں اور ان میں پانی یا دانہ دنکا رکھا جاتا ہے تاکہ پرندوں کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں۔

پنیجنی(ص306)اسے نیچینی بھی کہتے ہیں۔اس کی وضاحت خود یوسفی صاحب نے کر دی ہے۔کبوتر کی پائل کو کہتے ہیں۔

ڈینچرز(dentures): یہ لفظ ایک شاعر کے لیے یوسفی نے استعمال کیا ہے۔شاعر بوڑھا تھا،اس لیے طنزاً کہا: کیا کہنے!منہ پہ آتے آتے رہ گئی کہ ڈینچرز لگا کر سنائے(ص248)مصنوعی یا نقلی دانتوں کو ڈینچرز کہتے ہیں۔ان کی صحیح دیکھ بھال کی جائے تو سات سے دس سال تک چلتے ہیں۔(83) مصنف در حقیقت اس شاعر پہ طنز کرنا چاہتے ہیں جن کے دانت گر چکے ہیں اور اس کے باوجود وہ دس بارہ غزلیں سنا چکے ہیں۔

آپ گم کے ص 339 میں درج ہے: "جن پڑھنے والوں نے بگڑے ہوئے رئیس اور گوالن نہیں دیکھی ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مکھن اور کچے دودھ کی بو، ریوڑ باس میں بسے ہوئے لہنگے اور پسینے کی کھار سے سفید پڑے ہوئے سیاہ شلوکے کے ایک ہی بھبکے سے امیر زادے کا دماغ پھٹ جاتا تھا۔پھر انھیں ہرن کے نافے سے نکلے ہوئے مادے کے لخلخے سنگھا کر ہوش میں لایا جاتا تھا۔" یہاں ایک تو کلچر کے حوالے سے الفاظ آئے ہیں جیسے ریوڑ باس، لہنگا، شلوکا، ہرن کا نافہ، لخلخہ وغیرہ دوسرے ایک تضاد بھی یہاں نظر آتا ہے۔پہلے عناصر کی بات کی جائے تو لہنگا برصغیر کے کلچر کا ایک اہم جزو ہے جو عام طور پر شادی بیاہ کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔لیکن غربت کی ماری گوالن کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ لباس تبدیل کر سکے۔یا اگر اس نے شلوکا پہنا ہوا ہے جو خوشی کے موقعہ پہ پہنا جاتا ہے، اسے تبدیل کرنے کے جتن کا موقع نہیں ملتا۔اس لیے کام کرتے ہوئے ریوڑ کی باس ہو، کچے دودھ کی بو ہو یا شلوکے سے پسینے کی بدبو آتی ہو۔۔۔ان سب سے ایک امیر زادہ ناواقف ہوتا ہے۔نہ اسے ان لوگوں کی ہمدردی ہوتی ہے۔بلکہ یہ سب چیزیں اس کی بے ہوشی کا سبب بنتی ہیں۔اس کو ہوش میں لانے کے لیے ہرن کے نافے کو سونگھایا جاتا ہے تو اس تیز خوشبو سے وہ ہوش میں آتے ہیں۔یہ ایک تضاد کی کیفیت ہے جسے مشتاق احمد یوسفی نے نہایت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ہرن کی خوشبو تو ان کے لیے معنی رکھتی ہے مگر گوالن اور اس کے متعلقات ان کے لیے بے ہوشی کا سبب ہیں۔یہ بات اس وقت کے شرفا پر طنز کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس طرح ص 338 پر رقم طراز ہیں: "جب نازک مزاج بیگمات خشکے اور شبنم کو آلۂ خودکشی کے طور پر استعمال کرتی تھیں۔" یہاں بھی ایک تو کلچر کے ایک جز "خشکہ" کا ذکر ہے۔ابلے ہوئے چاولوں کو خشکہ کہا جاتا ہے۔امیر لوگ اتنے نازک ہوتے ہیں کہ اگر کھانا کھا کر شبنم میں سو جائیں تو یہ کام خودکشی کے برابر ہوتا ہے۔جبکہ غریب آدمی کے لیے خشکہ بھی ایک نعمت اور بعد ازاں اوس میں سونا باعثِ راحت ہے۔امیر کے لیے تو ابلے چاول کھانا ذلت ہے۔یہاں کلچر کے عناصر کے ذریعے تضاد کی کیفیت کو عیاں کیا گیا ہے۔

وہ کاٹا اور بو کاٹا(ص 261)؛ اس کا ذکر مشتاق احمد یوسفی نے آپ گم میں کیا ہے۔"یہ پتنگ بازی کی اصطلاح ہے جس میں مختلف پتنگ اڑانے والے ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور جب کوئی اپنے حریف کی پتنگ کاٹ دیتا ہے تو خوشی کا نعرہ لگا دیتا ہے۔"(84) یہ کلچر کے اجتماعی پہلو کا استعارہ ہے۔جب بسنت کے موسم میں لوگ پتنگیں اڑایا کرتے تھے، لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے، پتنگ اڑانے کے منصوبے بنایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی پتنگ کاٹنے پر خوشی سے شور مچایا کرتے تھے۔اس میں لڑائی کا پہلو نہیں ہوتا تھا۔مگر جب تار والے دھاگے مارکیٹ میں آئے تو آئے روز موت کی خبریں گردش کرنے لگیں اور حکومت نے اس خوبصورت تہوار پر قانون وضوابط لاگو کر کے جاری رکھنے کی بجائے اسے ختم ہی کر دیا۔یوں پاکستان کی حد تک تو یہ تہوار ختم ہو چکا ہے۔دوسرے الفاظ میں اجتماعی زندگی کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔جب موبائل کی روشنیوں نے تنہائی کا بیکراں سمندر پیدا کر دیا ہے، اس دور میں اس طرح کے تہوار کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے کیونکہ سماجی رویوں کو پروان چڑھانے سے لوگوں کا احساسِ تنہائی ختم ہو سکتا ہے۔

سوا(ص 309) کا استعمال یوسفی نے کیا ہے۔یہ ایک موٹی سوئی ہے جو دولائی اور رضائی کی ترپائی کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔علاوہ ازیں جب اناج سے بوریاں بھری جاتی تھیں تو انھیں موٹے دھاگے سے بند کیا جاتا تھا، اس سلسلے میں سوئے کا استعمال کیا جاتا تھا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کلچر کے گلدستے میں جتنے عناصر ہیں ان کو مصنف نے اہم سمجھا ہے۔ عام طور پر ان چیزوں کو کم تر سمجھا جاتا ہے یا ان کا نام لینے والوں کو پینڈو کہا جاتا ہے۔ اس سے ایک طرح کی الجھن یا کمپلیکس کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ جدیدیت کا پیدا کردہ المیہ ہے۔ لیکن آبِ گم کے مصنف کسی قسم کی الجھن کا شکار نہیں ہیں۔ اور ان کو کتاب میں جگہ دیتے ہیں۔

ح۔ مختلف زبانوں کا تذکرہ:

کلچر میں زبان یا زبانیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ زبانوں کا تنوع کسی کلچر کو متنوع اور خوب صورت بناتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے برصغیر کے کچر کی نمایندہ زبانوں کے الفاظ و اشعار کو اہم گردانا اور بر موقع ان کا استعمال کیا ہے۔ ان کا مجمل ذکر درج ذیل ہے:

اول: پشتو الفاظ و اشعار:

مشتاق احمد یوسفی نے آبِ گم میں پشتو کے الفاظ اور اشعار پیش کیے ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ پشتو جانتے تھے یا ان کی مادری زبان تھی؟ ایک مقالے میں مشتاق احمد یوسفی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ یوسف زئی پٹھان تھے۔ اس حوالے سے یوسفی صاحب کا اپنے والد عبدالکریم خان یوسف زئی کے بارے میں بیان نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یوں ہے: "1928ء/ 1930ء میں سے ایک سال میرے والد پشاور گئے تھے۔ وہاں انھوں نے اپنے آپ کو یوسف زئی کہا تو لوگوں نے اس بات کو ماننے میں تامل کیا، اس لیے کہ یہ صدیوں سے جے پور میں رہتے آئے تھے۔ واپسی پہ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ یوسف زئی کی بجائے یوسفی لکھنا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے نام کے ساتھ خان بھی ڈراپ کر دیا۔"(85) اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ انڈیا کے پٹھانوں کے گھر سے تعلق رکھتے تھے، یوں ان کی پرورش پشتو ماحول میں ہوئی۔ کہا جا سکتا ہے کہ پشتو ان کی گھٹی میں تھی اور وہ نہ صرف پشتو زبان دانی تک محدود رہے بلکہ پشتو کے اشعار بھی نقل کیے اور پشتو کلچر کے بارے میں مفصل جانتے تھے۔ مثال کے طور پر ص 215 پر ٹنگ ٹکور اور لختی کا ذکر آیا ہے، ان کی وضاحت بھی خود انھوں نے فرما دی۔ ان کا خیال ہے ٹنگ ٹکور راگ رنگ کو کہتے ہیں جب کہ لختی ناچنے والے خوبصورت لڑکوں کو کہتے ہیں۔

جونگڑا (ص 224) جھونپڑی کو کہتے ہیں۔ اسی صفحے پر انھوں نے پشتو کا ایک شعر درج کیا ہے:

پردے وطن کے پہ ہر جا غم دی
ما پردی وطن کرلی دی گلونہ

اس کا ترجمہ خود انھوں نے کر دیا ہے: "یوں تو پردیس میں ہر شخص غمگین ہوتا ہے، مگر مجھے دیکھو کہ میں نے پرائی زمین میں اپنے وطن کے پھول کھلا دیے ہیں"۔

زہ پرہ (ص 226) پر مذکور ہے، اس کے معنی بھی درج ہیں یعنی "چھوڑو بھی" یا "گولی مارو"۔

پختو (ص 202) اس کا مطلب یوسفی نے غیرت اور آن بتایا ہے۔

راشہ زما دعیک مسنگی شد
چہ داسینہ پہ لار دے سرتہ خیر وہ

ص 219 پہ اس کا ترجمہ مصنف نے خود کر دیا ہے: "جاناں! آ میرے پہلو کا گھڑا بن جا کہ تجھے سینے کے راستے سے سر پر چڑھا لوں۔"

دوم: سنسکرت اور ہندی الفاظ:

شکرات (ص 260) شکرانت اصل لفظ ہے۔ اس کا تعلق بسنت سے ہے۔ یہ مخصوص دن ہے جو پتنگ بازی سے منسلک ہے۔ یہ لفظ گروک سے پوچھا گیا تو اس کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا۔ جب پورا جملہ اسے دیا گیا تو اس نے بتایا کہ اس کا مطلب ہے انتقال۔ یہ وہ دن ہے جس میں سورج خطِ جدی میں داخل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یوسفی نے شکرات کے دن کا تذکرہ کر کے پتنگوں کے بارے میں بتایا ہے۔(86)

نردھارت (248) کا مطلب ہے مقررہ وقت۔

ولمبھ (ص ایضاً) دیر سے۔

پرویش (ص ایضاً) داخل ہونا۔ (یہ تینوں الفاظ سنسکرت کے ہیں)(87)

بھدرا(256) یہ سنسکرت کا لفظ ہے اور اس کا معنی خود یوسفی نے بتایا ہے جس میں کسی عزیز کے کریا کرم (انتقال) پر سر کے بال، بھویں، داڑھی اور مونچھ مونڈ دیتے ہیں۔

سنگھ شیا اور کام بھوگی شیا(323) کا تعلق بدھ مذہب سے جوڑا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یوسفی نے خود وضاحت کر دی ہے۔ سنگھ شیا کا تعلق بھگوان بدھ سے ہے جو دائیں پاؤں پر بایاں پاؤں اور دائیں ہاتھ کو سر کے نیچے رکھ کر سویا کرتے تھے، جب کہ اہل ہوس بائیں کروٹ سوتے ہیں۔ مصنوعی ذہانت کہتی ہے: سنگھ شیا اور بھوگی شیا سنسکرت زبان کے الفاظ ہیں۔ الفاظ کی اصل سنگھ (Singha) کا مطلب سنسکرت میں "شیر" ہے، جبکہ شیا (Shayya) کا مطلب "سونے کی پوزیشن" یا "کروٹ" ہے، جو بدھ کی مشہور نیند کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ بھوگی شیا (Bhogishayya) میں بھوگ (Bhoga) کا مطلب "حسی لذت" یا "عیاشی" ہے۔ ثقافتی استعمال دیکھا جائے تو یہ اصطلاحات ہندو اور بدھ روایات سے تعلق رکھتی ہیں، جہاں سنگھ شیا کو مقدس اور بھوگی شیا کو غیر مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اردو ادب میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ سنگھ شیا (شیر کی کروٹ) میں شیر اپنے دائیں بازو کو سر تلے رکھتے ہوئے دائیں رخ ہوتا ہے، جو طاقت اور سکون کی علامت ہے۔ بدھ نے بھی اپنے نروان کے وقت اور عام نیند میں یہی پوزیشن اختیار کی۔ یہ پوزیشن ہندو اور بدھ روایات میں مقدس سمجھی جاتی ہے، کیونکہ یہ دل کی دھڑکن اور سانس کو متوازن رکھتی ہے، جبکہ بائیں کروٹ کو حسی لذت سے جوڑا جاتا ہے۔(88)

علاوہ ازیں ص324 پر یہ فرماتے ہیں: "بودھی ستوا نے بھگوان سچک سے کہا تھا کہ اے اگی ویسن جب میں دانتوں پر دانت جما کر اور تالو کو زبان سے لگا کر دل و دماغ کو قابو میں لانے کی کوشش کرتا تھا تو میری بغلوں سے پسینہ چھوٹنے لگتا تھا"۔ یہ الفاظ یعنی بودھی ستوا، سچک اور اگی ویسن نئے ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی کے اس اقتباس کی وضاحت مصنوعی ذہانت نے یوں کی:

- **بودھی ستوا:** بودھی = بیداری، معرفت، نروان؛ ستوا = ہستی، وجود، جاندار۔ ایسا عظیم انسان جو نروان (کامل نجات) کے قابل ہو چکا ہو، مگر اپنی نجات کو مؤخر کر کے تمام جانداروں کی بھلائی اور نجات کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ بدھ مت میں گوتم بدھ کو بدھ بننے سے پہلے بودھی ستوا کہا جاتا ہے۔
- **بھگوان سچک (Bhagwan Saccaka):** سچک ایک تاریخی شخص کا نام ہے؛ بھگوان = قابلِ احترام، بزرگ، مہان (یہاں تعظیماً آیا ہے)۔ سچک ایک مشہور فلسفی اور مناظرہ کرنے والا شخص تھا جو بدھ (بودھی ستوا / گوتم بدھ) سے مکالمہ اور بحث کرتا تھا۔ بدھ مت کے متون میں اس کے ساتھ ہونے والی گفتگو ضبط ہے، جس میں ذہنی و جسمانی ضبطِ نفس کا ذکر آتا ہے۔
- **اگی ویسن (Aggivessana):** اگی = آگ؛ ویسن = قبیلہ یا نسل۔ اگی ویسن دراصل سچک کا خاندانی یا قبائلی نام ہے۔ یعنی سچک کا پورا تعارفی نام اگی ویسن سچک تھا۔ یہ کوئی الگ شخصیت نہیں بلکہ سچک ہی کا لقب ہے۔(89)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یوسفی صاحب نے نہ صرف بدھ مذہب کا مطالعہ کیا ہوا ہے بلکہ بدھ مذہب کے متعلقات، شخصیات اور کہانیوں سے واقف ہیں اور اردو ادب میں ان الفاظ کا شمول اردو ادب کے تمول کا باعث ہے۔

سوم: سندھی اور سرائیکی کے الفاظ:

سندھی کے الفاظ (ص268) کے معانی خود یوسفی نے بتا دیے ہیں۔ مثال کے طور پر آگرو (دوآبہ)، چتر (تصویر)، جھولو (گرم ہوا)، ڈب (ٹیلا)۔ پوچھانڈو کا ذکر بھی اسی صفحہ پر آیا ہے۔ اس کا معنی ہے: "ٹیلے کا وہ حصہ جس پر سورج کی پہلی کرن پڑے۔"(90)

چہارم: سرائیکی اور پنجابی الفاظ:

اُکھا(ص102): یہ لفظ سرائیکی میں اکا بولا جاتا ہے اور پشتو میں بھی رائج ہے۔ اس کے معنی ہیں بالکل، سارا۔

اگاہی(ص105): یہ لفظ سرائیکی میں مستعمل ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی اچھے کام کے لیے پیسے اکٹھے کرنا یا پھر دکانوں یا مکان کا کرایہ وصول کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

کُب(ص296): اس کا معنی یوسفی نے درج کر دیا ہے۔ یہ اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی اور سرائیکی میں رائج لفظ ہے جو کمر کے خم کو ظاہر کرتا ہے۔

ٹھرک(207): یہ خوبصورت چہروں کو دیکھنے کے لیے استعمال کیا جانے والا لفظ ہے۔ یہ سرائیکی، پنجابی اور اردو میں استعمال کیا جاتا ہے۔

دلا(203): یہ لفظ گالی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ سرائیکی اور پنجابی میں بھی رائج ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جوہ(315): یہ پنجابی کا لفظ ہے۔ اس کی وضاحت یوسفی نے خود کی ہے، یعنی گاؤں کی حد۔

اس سے عیاں ہوتا ہے کہ مصنف نے نہ صرف ان زبانوں کے الفاظ و اشعار استعمال کیے ہیں، بل کہ وہ ان کی گہرائی تک پہنچے ہیں۔ ان کا لسانی شعور آبِ گم کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔

ط۔ ٹونے ٹوٹکے اور سینہ بہ سینہ حکمت:

یوسفی صاحب نے آبِ گم ص342 میں ٹونے ٹوٹکوں کا تذکرہ بھی کیا ہے: "وہ اکڑوں بیٹھا تنکے سے ریت پر ایک تکسیر یعنی 20 کا مبارک نقش بنا رہا تھا، جس کے خانوں کے کسی بھی طرف سے گنے جائیں حاصل جمع 20 بنتا تھا۔ تسخیرِ زن اور افسر کو رام کرنے کے لیے یہ نقش تیر بہ ہدف سمجھا جاتا تھا"۔ اس طرح کے مربعوں کا تعلق مابعد الطبیعیات سے سمجھا جاتا ہے۔ ان کے اچھے اور برے اثرات پر بھی یقین کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے تاریخ کیا بتاتی ہے، مختصر اس کا احوال درج ہے: "چار ہزار سال پہلے چین میں اس کا آغاز ہوا، جسے لو شو مربع کہتے ہیں۔ اس کو عام طور پر خوش بختی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ بعد ازاں اس طرح کے مربعے ہندوستان میں رائج ہوئے۔ وہاں بھی انھیں ماورائی اثرات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں انھیں تعمیرات میں توانائی کے بہاؤ کے اعتدال کو بحال رکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ 14 ویں صدی میں یہ یورپ میں پہنچا۔"(91) اس میں کتنی حقیقت ہے یا نہیں، مگر یہ بھی ہمارے کلچر کا حصہ ہے، اس کی مدد سے لوگ اپنے حالات کے بارے میں جانتے ہیں اور نجومیوں سے فال لیتے ہیں۔ ریت پر بنے ہوئے چند خانے ہی عورت، اختیار و اقتدار کا ذریعہ ہیں۔ یہاں ان لوگوں پر طنز ہے جو کچھ نہیں کر سکتے، وہ عملیات کا سہارا لے کر خود کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

ایک جگہ (ص 121) وہ حکمت، جو سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے، اس کا ذکر آیا ہے۔ اس میں فالج کے علاج کا تذکرہ ہے: "جنگلی کبوتر کے خون، اور لونگ اور بادام کے تیل سے بیٹے اور اس کی بچی کی ٹانگوں کی مالش کرتا ہوں"۔ ایک حکیم سے اس بابت بات ہوئی کہ کبوتر کا خون بھی استعمال ہوتا ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ لونگ، بادام اور دیگر چیزوں کے تیل فالج زدہ اعضاء پر استعمال کیے جاتے ہیں لیکن کبوتر کے خون کا ذکر طب کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سینہ بہ سینہ چلنے والی چیز ہے، جس کا کتابی حکمت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال یوسفی صاحب ان اساطیری چیزوں کو بھی سامنے لاتے ہیں جن کا تعلق کسی ثابت شدہ سائنسی حقیقت سے نہیں ہے۔(92)

آبِ گم (ص312) میں سانبھر کے سینگ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اسے کرنڈ کی سلی پر گھستے ہیں۔ سانبھر ہرن کو کہتے ہیں۔ کرنڈ، ریگ مال کو کہتے ہیں۔ سینگ کو اس پر رگڑنے سے اس کا پاؤڈر حاصل ہوتا ہے جسے گردوں کے امراض کے علاج کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کی نفی کی گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ اس طرح کی روایات برصغیر کے کلچر کا حصہ ہیں، اس لیے ان کا ذکر بھی ہوتا ہے اور ان کو ماننے والے ان پر یقین بھی کرتے ہیں۔ توہمات اور ٹوٹکوں کی کلچر میں بہت اہمیت ہوتی ہے، اگرچہ ان پر آج کا انسان یقین نہیں کرتا لیکن پرانے بزرگوں اور بڑوں کی زبانی ہی ان کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی ان ہی بڑوں میں شامل ہیں جو ان اہم چیزوں کو محفوظ کرنے کا گر جانتے ہیں۔

ی۔ جدید کلچر سے متعلق اصطلاحات و الفاظ:

آخر میں ان اصطلاحات و الفاظ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق جدید کلچر سے ہے:

- **Braille(ص92):** اندھوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا طریقہ۔(93)
- **Parkinson(218):** پارکنسن ایک اعصابی بیماری ہے جو دماغ میں نیورانز کی کمی کی وجہ سے حرکت کو متاثر کرتی ہے۔ یہ عام طور پر آہستہ آہستہ شروع ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ جسمانی حرکات اور توازن پر اثر ڈال سکتی ہے۔ پارکنسنز کی علامات ہر شخص میں مختلف ہو سکتی ہیں اور زندگی کے معیار پر گہرے اثرات ڈال سکتی ہیں۔(94)
- **Voyeur(ص184):** اس کے معانی میریم ویبسٹر ڈکشنری میں یوں درج ہیں:
- "someone who obtains sexual gratification from observing unsuspecting individuals who are partly undressed, naked, or engaged in sexual acts".(95)
- **Stream of consciousness(205):** اس نظریے کے مطابق انسانی شعور ایک سیال چیز ہے۔ ذہن میں تاثرات، خیالات، اور تصورات ایک مسلسل رو کی شکل میں ابھرتے رہتے ہیں۔ ان میں بظاہر منطقی ربط بھی نہیں ہوتا۔ ماضی کی یادیں، حال کے محسوسات اور مستقبل کی توقعات یا خدشات ایک بظاہر بے ہنگم اور غیر مربوط

طریقے سے انسانی ذہن کے پردوں پر نمودار ہوتے ہیں۔(96)اس نظریے کا اطلاق نفسیاتی بنیادوں پر ہوتا ہے۔ جس طرح خیالات انسان کے ذہن میں آتے رہتے ہیں، ان کو جوں کا توں صفحہ قرطاس پہ منتقل کرنا شعور کی رو کہلاتا ہے۔

- **Inverted romanticism(ص382)**:مرد اور عورت جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، ان میں رومانوی تعلق بہت دلکش ہوتا ہے۔ یہ وقت گزرنے کے بعد کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کا سالوں بعد دوبارہ بیدار ہونا اور مرد کی طرف سے رومانوی ہو جانا، الٹی رومانویت کہلاتی ہے۔(97)
- **Ping Pong(ص197)**: یہ ٹینس بال سے مختلف بال ہوتا ہے۔ اس حوالے سے مشتاق احمد یوسفی نے بتایا ہے کہ ایک شخص کا منہ چونی کے قطر کا تھا جو قہقہہ لگاتے ہوئے پنگ پانگ کے گیند کے برابر ہو جاتا۔ اگر چونی کے قطر کی بات کی جائے تو بہ مشکل 2 سم ہوتا ہے۔ لیکن جب قہقہہ لگایا جاتا تھا تو منہ کا سوراخ 4 سم ہو جاتا۔ یہ تشبیہ کا جدید انداز ہے۔ ایک ویب سائٹ کے مطابق پنگ پانگ بال کا قطر 40 مم ہوتا ہے۔(98)
- **Kaleidoscope(ص263)**:اس کے بارے میں یوسفی لکھتے ہیں کہ اسے بچپن کی 'حیرت بین' یا 'دھنک درشن' کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس میں کانچ کے رنگ برنگے ٹکڑے ہوتے ہیں جو ہر جنبش کے ساتھ طرح طرح کے رنگ، شکلیں اور پیٹرن اختیار کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ بیسویں صدی میں ایجاد ہوئی۔ یہ اس وقت کے بچوں کے لیے حیرت انگیز چیز تھی۔ یہ دورِ جدید کی قابلِ ذکر چیز تھی لیکن اب موبائل کی روشنیاں سب کچھ نگل چکی ہیں اور آج کا بچپن اس کی روشنیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔

اس طرح کے الفاظ کی اصطلاح سازی بھی یوسفی نے خوب فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر *extra curricular*(ص182) کے لیے 'بالائے نصاب' کی ترکیب وضع کی ہے۔ *caricature*(ص198) کے لیے 'مسخاکے' اور *distorting mirror*(ص200) کے لیے 'مسخ آئینے' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

- **ہرکولیز سائیکل(Hercules cycles)**: جس کا ذکر ص 264 پر آیا ہے۔ یہ جدید قسم کی سائیکل ہوتی ہے جس کو عام طور پر طلبہ استعمال کرتے ہیں۔ اسے چلانا آسان ہوتا ہے، اس پر قوت کم لگتی ہے اور تیز چلتی ہے۔
- **Taxidermist(ص317)**: جانوروں کی کھالیں بھرنے والے کو کہتے ہیں۔
- **تغما(ص317)**:اس کے بارے میں یوسفی نے خود بتایا ہے کہ یہ ترکی لفظ ہے اور اردو میں اسے تمغا کہتے ہیں۔ مذکورہ مختلف زبانوں کے بارے میں جاننے کے بعد یہ بات باکمال ہے کہ یوسفی کی نظر قدیم زبانوں کے ساتھ ساتھ معاصر زبانوں پر بھی ہے، جو ان کی زبانوں کے وقت کی آشنائی کو آشکار کرتی ہے۔ یہ سرائیکی اور پنجابی میں تغما کے طور پر ہی استعمال ہوتا ہے۔

یوسفی جیسے مصنفین کسی کلچر کے روایتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ جدید پہلوؤں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ انھوں نے جہاں قدیم کلچر کو زندہ کیا وہاں دورِ حاضر کی چیزوں اور اصطلاحات کو بھی مدِ نظر رکھا ہے۔ یوں کلچر کے رنگا رنگ پہلو ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔

الغرض مشتاق احمد یوسفی کی مطالعہ کی وسعت، مذاہب کی جان کاری، کلچر کے عناصر، مختلف پیشوں سے آگاہی اور ماورائی علوم کے ساتھ زبانوں سے واقفیت انھیں اپنے زمانے کا علامہ ثابت کرتی ہے اور ان کی کلچر سے محبت کا اظہار بھی ہے۔ آبِ گم صرف مزاح اور طنز کا مرقع نہیں ہے۔ طنز و مزاح کے محلل میں کلچر کے قدیم و جدید منحلات کو شامل کر کے ایک خوب صورت محلول بنایا گیا ہے۔ یہ محض مزاح کی حامل تصنیف نہیں ہے بل کہ کلچر کا ایک چلتا پھرتا دائرۃ المعارف(انسائیکلوپیڈیا) ہے۔

حوالہ جات

1۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، کراچی، مشتاق بک ڈپو، 1964، ص45،46

2۔ احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، جولائی 2019، ص1105

3۔ انگو چھا، اردو لغت، (ایپ) رسائی، یکم جنوری، 2025

4-https://rekhtadictionary.com/meaning-of-makkhanii-zen?keyword(January 25,2025)

5.https://www.merriam-webster.com/dictionary/jean

6۔ نسیم امروہی، مرتضی حسین، آغا محمد باقر، نسیم اللغات، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1955، ص 6961

7.https://www.etvbharat.com/urdu/national/state/uttar-(February 26,2025)

pradesh/coronavirus-affected-weavers-industry-in-rampur/na20201115165231669(February 27,2025)

8سلیم شاہی https//www.udb.gov.pk/result.php?search

9.https://www.amazon.ae/NDA-Velvet-Rampuri-PrayerMuslim/dp/B076HNRCMK(April 14,2025)

10چنور/ http://ur.negapedia.org/articles

11.https://people-travels.com/countries/uzbekistan-additional/uzbek-turban(May 2,2025)

12.https://www.jaipurunveiled.com/traditional-rajasthani-turban-guide.(April 3,2025)

13۔ نظامی، عبد المجید، لغات نظامی، گلوب پبلشرز، اردو بازار، 1981، ص 543

14۔ نظامی، عبد المجید، لغات نظامی، گلوب پبلشرز، اردو بازار، 1981، ص 62

15./https://www.instagram.com/p/C4ZYswTIvKo.(January 29,2025)

16۔ کتب، جنوری 2014، ص 209، 241۔ یاسر جواد، سعدیہ جواد، اردو انگلش / انگلش اردو لغت & انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران و تاجران

17.https://www.ujaala.com/blogs/journal/the-history-behind-traditional-(March 4,2025)

18.https://www.thebusinessblog.in/traditional-dress-of-madhya-pradesh.(March 5,2025)

19.https://gaatha.org/Craft-of-India/namda-craft-detail-research.(March 6,2025)

20۔ فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز، ص 1379

21۔ اے آر خاتوں، مسز، پنجاب میں عورت کی ثقافت، لاہور۔ ٹریڈ سنٹر، وحدت روڈ، ص 21179

23.https://www.express.pk/story/391490/swlh-sngar-he-kya-391490(May 12,2026)

24.https//:www.rekhtadictionary.com/meaning_of_aurangzebi_phoda (May 27,2026)

https//: https://www.apollohospitals.com/ur/symptoms/frequent-bowel-movements (December 12,2025)

25۔ مرتضی حسین فاضل لکھنوی، نسیم امروہی، آغا محمد باقر، نسیم اللغات، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص 685 -25

26۔احمد دہلوی،سید، فرہنگ آصفیہ، ص 1971 -26

27۔ حکیم کبیر الدین،خواص الادویہ،لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ص27562

28۔ محمد یسین، حکیم،خواص مفردات، حصہ اول، دنیاپور، لیسین طبی کتب خانہ، سن اشاعت ؟؟، ص 293 -28

29۔ محمد یسین، حکیم،خواص مفردات، حصہ دوم، ص 301 -29

30۔ کبیر الدین، حکیم، مخزن المفردات،لاہور، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ص546 -30

31۔ مصاحبہ، حکیم محمد سعید احمد میروی، کرمشانی،ان کے مطب پر، بوقت 3 بجے، - 31 جنوری 2025

32۔ طبی انسائیکلوپیڈیا مجلد ہشتم،لاہور، بک میگز،2012ء، ص15 -32

33. https://ayurtimes.com/khamira-marwareed/#google_vignette (July 14,2026)

34۔ رشید ملک، راگ درپن کا تنقیدی جائزہ،لاہور، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، مئی 1998 ص 205 -34

35۔ اختر علی خان، استاد، ذاکر علی خان، استاد، نورنگ موسیقی،لاہور، اردو سائنس بورڈ، ص29 -35

36۔ فریاد حسین صفی، جہانِ موسیقی، فیصل آباد، روہی بکس، دسمبر 2019، ص 3 -36

37۔ ادیب، اولیس احمد، رس اور دیگر ریڈیائی ڈرامے، الہ آباد، اردو پبلشنگ ہاؤس، 1945، ص3711

38. https://www.ishqabad.com/content/1716(April 13,2025)

39۔ شفق سوپوری، ڈاکٹر، فرہنگ موسیقی، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2021، ص72، 39128

40۔ مصاحبہ، مرید عباس، گایک، ترگ، 10 بجے، ان کی بیٹھک پر، 26 دسمبر، 402025

41. https://artiumacademy.com/blogs/major-instruments-used-in-hindustani-classical-music/ (June 2,2026)

42. https://anahad.ngo/babulal/ (June 13,2026)

43۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات،لاہور، فیروز سنز، 2010، ص218 43

44چوراسی=udp.gov.pk.result.php?search اردو لغت

45.htpps://www.rangashree.com (May 15,2026)

4۔ پاکستان کا ثقافتی انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم،لاہور، الفیصل ناشران و تاجران کتب، ص4613

47۔ گاگر، اردو لغت (ایپ)، رسائی 20 فروری 2025

48.https://urdu.hawramani.com/%D8%B3*DB8C%D9%86%DB%8C-2(July 23,2025)

49.https://www.urdupoint.com/cooking/urdu-recipe/rasawal-7079.html (May 12,2025)

50.https://web.facebook.com/zzambeel/posts (May 12,2025)

51.https://www.myjewishlearning.com/article/shalom-aleichem (May 25,2025)

52.https://www.reddit.com/r/hinduism/comments/sp0v2a/meaning_of_jai_sri_ram(February 12,2025)

53۔انصار اللہ،ڈاکٹر، سنسکرت اردو لغت،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،1993،ص5368

54.https://urdu.hawramani.com/%D8%A8%DA%BE D8 A8 DA BE D9 88 D(April 20,2025)

55.https://www.wisdomlib.org/definition/vriksh#:~:text=Nepali 20dictionary, relevant

20books 20on%20Exotic%20India(Jun 2,2025)

56.https://www.sikhmissionarysociety.org/sms/smsarticles/advisorypanel/gurmukhsin /ghsewauk/martyrdominsikhitradition(July 21.2026)

57. https://en.bharatpedia.org/wiki/Jangam (July 22,2025)

58.https://florahort.blogspot.com/2015/07/ficus-virens.html(April 1,2025)

59۔المنجد، کراچی،دارالاشاعت،1994،ص90 -59

60۔پنج کلیان،اردو لغت(ایپ)،رسائی 31مارچ،2025

61۔فیروز اللغات،ص11 -61

62۔اردو لغت(ایپ)،سمندِ سیاہ زانو،رسائی23مارچ2025

63.https://www.kebabkhana.com/detail/79(January 30,2025)

64۔نور الحسن،مولوی،نور اللغات،جلد سوم،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،1985ء،ص289 -64

65۔نور اللغات جلد سوم،ص206 -65

66۔فرہنگ آصفیہ،جلد چہارم،ص662582

67۔کفایت اردو لغت،لاہور، کفایت پبلشرز،2009،ص609 -67

68۔فرہنگ آصفیہ،جلد دوم،ص1024 -68

69۔نسیم اللغات،ص69302

70. https://ur.wiktionary.org/wiki/فٹن

71.https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-kharaaraa?lang=ur(January 2,2025)

72۔امیر مینائی،امیر اللغات،جلد اول،آگرہ،مفید عام،1891،ص84 -72

73. https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/nosebag (January 30,2025)

.74۔عبدالحکیم خان،نشتر جالندھری،قائد اللغات،لاہور،حامد اینڈ کمپنی ناشران و تاجران کتب،ص196 - 74

75.https://www.facebook.com/watch/?v=13344101615204659(February 12,2026)

76۔جدید اردو لغات،لاہور،بک ہاؤس،2020،ص550 - 76

77۔مصاحبہ،محمد یسین حجام،ترگ،ان کے دکان پر،بوقت دس بجے دن بتاریخ یکم دسمبر 2025 -77

78. https://www.almaany.com/ur/dict/ur-ar/چھولداری(March 30.2025)

79. https://mag.dunya.com.pk/demo.php/culture/1710/2020-02-09 (April 1,2026)

80۔مصاحبہ،منظور احمد مستری،ترگ،ان کے گھر پر،بوقت شام سات بجے،8نومبر 2025

81.https://www.vocabulary.com/dictionary/urn(April 2,2025)

82. https://skr.wiktionary.org/wiki/کابک(April 2,2026)

83.https://my.clevelandclinic.org/health/treatments/10900-dentures(May 2,2026)

84.https://daniakhan.itch.io/bo-kata (August 14.2025)

85۔طارق حبیب،مشتاق احمد یوسفی،شخصیت اور فن،اسلام آباد،اکادمی ادبیات،2008ء،ص17 - 85

86.https://www.grok.com/شنکرات(Deceber 3,2025)

87.https://www.chatgpt.com/نردھارت،ولمبھ،پرویش(September 1,2025)

88.https://www.perplexity.com/سنگھ شیا،بھوگی شیا(December 2,2025)

89.Perplexity.comبودھی ستوا،بھگوان سچک،اگی ویسن/(January 20,2026)

90۔ذیشان احمد،وٹس ایپ گروپ،بزم زباں فہمی میں گفت گو،31دسمبر،2025ء

91.https://study.com/academy/lesson/what-is-a-magic-square-in-math-

history-examples.html(May 23 ,2026)

92۔ مصاحبہ، حکیم مظفر علی زیدی، بذریعہ فون کال،10 بجے دن،4اپریل،2026

93.https://www.urdupoint.com/dictionary/english-to-urdu/braille-meaning-

in-urdu/11956.html(Jnuary 2,2026)

94.https://www.marham.pk/diseases/parkinsons-disease (March 23,2026)

95.https://www.merriam-webster.com/dictionary/voyeur (July 21,2025)

96.https:// //lafzuna.com/blog/s-28741(April 23,2026)

97.https://definithing.com/reverse-romantic(May 23,2026)

98.https://www.dimensions.com/element/ping-pong-ball-table-tennis-ball(April 26,2026)